مسیح ہر ایک کی نجات کے واسطے
خدا کی قدرت ہے رومیوں ۱: ۱۶

رسالہ

انفصال

ولادت مسیح

یعنی

آنریبل سید احمد خان بہادر اور مولوی مرزا علی صاحب کے

خیالات [illegible] ولادت مسیح پر

نظر ثانی

از تصنیف پادری [illegible] صاحب

[illegible]

[illegible]

دیباچہ

خدائے کریم کی حمد و تعریف کے بعد ناظرین حق کے شائقین پر واضح ہو کہ انہوں نے سید احمد خاں صاحب بہادر تفسیر قرآن میں مسیح کی معجزانہ تولید کی عقل اور قانون قدرت کے رو سے مخالفت کی ہے۔ اور سید ممتاز علی صاحب نے انکے خیالوں کی تائید میں ایک رسالہ بنام محاکمہ ولادت مسیح مشتہر کیا ہے۔ اس رسالہ میں انجیل اور قرآن کے بیانات [illegible] کیا گیا ہے [illegible] قرآن [illegible] سو یہ ایک بہت ہی کمزور شہادت ہے بلکہ شہادت عدم وجود کے برابر [illegible] لہذا اس وجہ سے وہ بحث جو رسالہ محاکمہ ولادت مسیح میں قرآن سے کی گئی ہے اس سے ہم نے کنارہ کشی اختیار کی ہے۔ اور اس رسالہ کے کل باقی صفحوں میں سے ۳۳ صفحوں پر وہ بحث نظر ثانی کی ہے۔ اور باقی ۲۷ صفحے جنہیں قرآن پر بحث [illegible] کی گئی ہیں نظر ثانی کے لائق نہ سمجھکر متروک کیا ہے۔ کیونکہ اگر اس بحث میں انجیل یا بائبل عاجز ہے تو قرآن کا ذکر بیکار نہیں کیونکہ قرآن کی [illegible] مخصوصاً بائبل سے ہے۔ اسلئے انجیل کو مقدم سمجھکر اس بحث کو اسی پر ختم کیا ہے۔ دوسرا سبب بحث کو ہر طرف [illegible] ہے کہ اس میں مولوی ممتاز علی صاحب نے وہی باتیں پھر پیش کی ہیں جو انجیلی بحث میں کرتے ہیں۔ ناظرین کو [illegible] ہے کہ رسالہ محاکمہ ولادت مسیح میں اصلاح کی صورت تھی لیکن ہم انے ہی ڈھب پر عقل آزمائی کی ہے تمہید میں مولوی ممتاز علی صاحب نے [illegible] سید صاحب کو مصلح بنانے کی کوشش کی ہے۔ نہ جانے کہ یہ وحی یا اس قسم کی باتیں ہیں جو ان مضمون کے مخالف یورپ میں مشتہر کیے انکا جواب ہی پا چکے ہیں۔ سو آپ نے جو ایسوں سے [illegible] یا بہ سبب ناواقفی کے تحقیق [illegible] کر کے صرف مخالفوں کی مخالفت کی پیروی کی ہے۔ اور اس [illegible] سید صاحب [illegible]

محاکمہ اول

بحث از قانون قدرت

رسالہ محاکمہ ولادت مسیح صفحہ ۵ میں یوں لکھا ہے۔ لیکن اُن واقعات کا جو غیر ممکن الوقوع ہیں قطعاً انکار کر سکتے ہیں۔ ایسے واقعات کے واسطے اتنا ہی ضرور نہیں کہ کسی قسم کی شہادت دی ہی جاوے۔ اور اُس پر جرح قدح کی جاوے پس حضرت مسیح کی نسبت جو بعض ایسی روایتیں ہیں جو غیر ممکن الوقوع ہیں وہ تو خواہ حواریوں نے بیان کی ہوں یا کسی اور صحیح نے۔ مقدس ماتھیو نے لکھا ہو یا غیر مقدس نے جنہوں نے انکی نسبت دردسری کرنی نہ فضول ہی ہے۔ بلکہ سراسر نادانی ہے پس انکے وہ معجزات جو غیر ممکن الوقوع ہیں اور وہ طریقہ انکی ولادت کا جو بیان کیا جاتا ہے جسمیں آدم سے لیکر آج تک کوئی پیدا نہیں ہوا ہم اُس سے انکار محض اسی بنا پر کرتے ہیں کہ اس قاعدہ کی نظیر قوانین فطرت میں موجود نہیں ہے (اعجاز قانون قدرت ہمیشہ موجود نہیں ہوتا ورنہ اعجاز اعجاز نہ رہے اور وہ خود ہی عادت یا قانون قدرت ہو جاتے) ہم قوانین فطرت کو غیر متغیر اور نا قابل تبدیل و تحویل مانتے ہیں۔ پھر صفحہ ۱۶ پر سید ممتاز علی صاحب اپنا اعتراض یوں لکھتے ہیں۔ کہ ہمارا اپنا اعتراض مسیح کی ولادت خلاف عادت پر یہہ ہے کہ اس طرح کا طریقہ پیدائش خلاف قانون فطرت انسانی ہے اور اسکی نظیر عالم فطرت میں موجود نہیں اور بس۔ اور یہی دلیل اثبات کی بھی ہے کہ ولادت مسیح بطور معمولی ہوئی تھی۔

واضح ہو کہ یہہ تقریر مشکل اعلیٰ تاریخ کو رد کرتی اور اُسے ادنیٰ تواریخوں سے بھی ادنیٰ ٹھہراتی ہے۔ مسیح کی نہ صرف پیدائش بلکہ اُسکی کل زندگی کو باطل ٹھہراتی ہے۔ کیونکہ وہ زندگی انسان کی قدرتی زندگی کے خلاف تھی۔ مگر یہہ بات وہ لوگ نہ کہہ سکے جنہوں نے اُس زندگی کو بچشم خود دیکھا۔ ہم اس تقریر کو تاریخ بائیبل کے برخلاف سب سے قوی دلیل سمجھتے ہیں۔ اور اگرچہ ہمارے نزدیک بھی قوانین قدرت دائم و قائم ہیں تاہم ہمیں اس بات میں پورا پورا کلام ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہہ تقریر اپنے عیب رکھتی ہے۔

اول - اعجاز قوانین قدرت کے لئے ہماری اول دلیل یہہ ہے - کہ نیچر کا خالق اور قوانین قدرت کے مقنن کی قدرت سے بعید نہیں - اُسکے لئے ناممکن نہیں کہ قوانین قدرت کا زور توڑ دے - وہ واقعات جو غیر ممکن الوقوع سمجھے جاتے ہیں اُسکے لئے ناممکن نہیں ہیں - ہاں اگر کوئی ایسا اعلے مطلب ہو کہ جو قوانین قدرت کو پایدار رکھنے کی نسبت مفید تر ہے تو قوانین قدرت اُسکی مرضی کی مزاحم نہیں ہو سکتے - اور ایسا نامعقول خیال کون کر سکتا ہے - کہ خداوند تعالی انتظام نیچر سے بے بس ہو گیا ہے - حتی کہ یہہ نیچر خدا کی قسمت ہو چکا ہے (فلاسفر زینو نے ایسا ہی خدا سمجھا تھا) نہیں - قوانین کائنات اُسکا ٹھہرایا ہوا انتظام ہے - اشیاء اور قواء نیچر اُسکی مرضی کے خدمتگذار ہیں - البتہ اگر نیچر خدا سے آزاد ہستی رکھتی ہے - تو خدا کا اُس میں دخل دینا بیجا ہی نہیں ناممکن ہوگا!!! اور اس حال میں نیچریوں سے ہمارا سوال ہے کہ اپنے خدا کا نام بتادیں لیکن خدا کے آگے قوانین نیچر ناقابل تبدیل نہیں ہیں - اُنکا یہہ زور انسان پر ہے - انسان میں یہہ مقدور نہیں کہ ان قوانین کو توڑے یا تبدیل کرے - اُسکو مجبوراً ماننے پڑتے ہیں - مگر خدا جسنے انہیں مقرر کیا قادر ہے کہ اپنی مرضی کے موافق اُنہیں انتظام دیوے - پس قوانین قدرت کا غیر متغیر اور ناقابل تبدیل ہونا غلط ہے - اور یہہ نتیجہ انسانی زور کی کمزوری کی بنا ہے ورنہ ایسا خیال نہ کیا جاتا -

پھر جب اُسکے ساتھ اس بات کو جانچیں کہ قوانین اخلاقیہ کا نیچر میں کیا قدر و رتبہ ہے - اور معلوم کریں کہ قوانین قدرت ان قوانین کی خدمتگذاری کے لئے ہیں - اور کہ حق تعالے اکثر اسی طرح وقوع میں لاتا ہے - کہ اخلاقی تجاوز کے لئے جسمانی قوانین توڑ پھوڑ دیتے ہیں - تو ہم کیونکر ایسے بے پروا ہو کر قوانین قدرت کو ناقابل تبدیل کہہ سکتے ہیں - اگر قوانین اخلاقی کو زیادہ دل پر موثر اور منکشف کرنا ضرور ہو - اور خداوند کریم بلحاظ قوانین اخلاقیہ کے اور انسان کی خاطر قوانین قدرت کو بدلکر ثابت کرے تو اس میں کونسی قباحت ہے - اور یہہ کیونکر غیر ممکن ہے - پس قوانین قدرت کا ناقابل تبدیل ہونا نہ سمجھیں - اور ان کا قابل تبدیل ہونا ممکن بلکہ ضروری ہے - ✝

حاشیہ خط ۱ - اسے [illegible] نام ڈاکٹر [illegible] گرگری صاحب - ایف - آر - اے - ایس - کے [illegible] کے حصہ ساتویں سے [illegible] کا

دوم - معلوم ہو کہ آپکی تقریر بجز انکار ایک علیحدہ خدائے خالق اور قادر مطلق کے نہیں ہو سکتی - اور بجز اس انکار کے کسی امر کے برخلاف دلیل نہیں ہے یعنی جب ایک علیحدہ خدائے خالق اور قادر مطلق مان لیا جائے تو یہہ تقریر بالکل ضعیف ہو جاتی ہے اور انکار الوہیت مذکورہ سے نہایت بیزور بنی جاتی ہے - اور اس حال میں پیشتر اس سے کہ اعجاز قوانین قدرت ثابت کیا جاوے ایک ایسے سبب الاسباب کی ہستی ثابت کرنا مقدم ہو گا - دیکھو جب نیچر میں کوئی نتیجہ یا واقعہ دیکھتے ہیں تو اسکا قدرتی سبب بھی ساتھ ہی معلوم کرتے ہیں - کہ فلان سبب سے یہہ یا وہ نتیجہ حاصل ہوا ہے اور اسطرح سبب اور نتیجہ کو لازم ملزوم جانتے ہیں - انہیں ضروری رشتہ پایا جاتا ہے - اور وہ نتیجہ اور اسکا سبب نیچر میں ہیں - وہی نیچر ہیں - اور اس وجہ سے نیچر ہمیں کسی غیر یا بے تعلق سبب کیطرف جانے نہیں دیتی - کیونکہ ہر نتیجہ کا سبب جو اپنے میں دکھاتی ہے - پس تو ایک بیرونی یا نیچر سے علیحدہ سبب خارج رہا - اور اس سبب کو ایک علیحدہ خدائے خالق اور قادر مطلق کہتے ہیں - اسلئے کسی ایسے خدا کی ہستی کا انکار قوانین قدرت کے موافق ہے اور یوں وہ خدا اور اسکے رسول جنکا ڈنکا ابراہم کے وقت سے عالم میں بج رہا تھا بموجب قوانین قدرت نیچر سے خارج ہوئے - کیونکہ وہ حقیقتیں قوانین قدرت کے برخلاف ہیں - اور اس حال میں نیچر کا خدا وہ جسمانی خدا ہو گا جو ہمارے سٹراس نے تجویز کیا تھا - پس اسی انکار کی بنا پر مسیح کی معجزانہ زندگی باطل ٹھہر سکتی ہے - اور

بیان ایک دلیل نقل کرتے ہیں - ڈاکٹر ہیمسف لکھتا ہے کہ مسٹر ہیوم کی تقریر قوانین اور طریق نیچر کے نہایت محدود خیال پر مبنی ہے - اگر ہم واجبی طور سے غور کریں تو ہم معلوم کرینگے کہ نتیجہ ہو کسی نوع کے قوانین مانے کسی نوع کی قوت بیشکے بالکل ناقابل ہے اور اسلئے وہ جو عموماً کورس آف نیچر کہا جاتا ہے وہ خدا کی مرضی یا اختیاری مرضی اور خوشی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا جو ہمیشہ [illegible] بعض قوانین کے [illegible] کرتی ہے - تو بھی امور اتفاقیہ کی ماہیت نسبت کہنی ہے ایسا کہ خدا تعالے کے ہر انکار [illegible] جیسے [illegible] نیچر خیالی کرتے ہیں وہ نتیجہ جو [illegible] اور جو عموماً نیچر کے کام کہے جاتے ہیں خدا ہی کی انتظام ہوتا ہیں [illegible] - [illegible] اتفاق سے [illegible] - پس خاص تدبیر خدا کے موجود ہونے کا [illegible] نیچر خدا [illegible] جسمانی ترتیب [illegible] سے تفسیر [illegible] جیسا عالم عموماً ترتیب دیا جاتا ہے ان قوانین کے [illegible] اخلاقی عالم پر حکمرانی [illegible] وہ [illegible]

کسی طرح نہیں۔

سوئم۔ قوانین قدرت کا ایسا تغیر پذیر ہونا کہاں سے معلوم ہوا۔ تجربہ سے یا تجربہ مبنی شہادت سے؟ یاد رہے کہ سب کا تجربہ یکساں نہیں۔ کیونکہ بعضوں کے تجربہ میں آیا ہے کہ قوانین قدرت کے تبدیل ہوئے۔ یہہ نہیں کہہ سکتے کہ انکے تجربہ کا اعتبار نہیں۔ وہ اس امر میں قابل پذیرائی نہیں۔ کیونکہ وہ قوانین فطرت کے خلاف کہتے ہیں۔ یہہ تو ایک تذبذب میں پڑکر بولنا ہے۔ کیونکہ اوروں کا تجربہ نامنظور اور اپنا منظور کیا جاتا ہے؟ حالانکہ انہیں تبدیلی کا تجربہ حاصل کرنے کا ویسا ہی موقعہ تھا جیسا انہیں لاتبدیلی کا ہے۔ اسلئے اوروں کے تجربہ سے قطعاً انکار کرنے میں کچھ تو تامل چاہیئے کیونکہ قطعی انکار نہیں ہو سکتا۔ اور پھر یہہ اس حال میں ہے جبکہ قوانین قدرت کا متغیر ہونا ایک ظاہر امر ہو اور دیکھنے میں آوے۔

ہم انسان کی پیدائش ہی کا قانون پیش نظر کر کر اس میں کئی ایک تبدیلیاں دیکھتے ہیں۔

پس اب سوال ہے کہ آیا قانون پیدائش میں یہ صرف یہی بات ہے کہ بغیر باپ کے کوئی پیدا نہ ہو اور جو ہو خلاف عادت ہوگا۔ یا کہ اس قانون میں اور دفعات بھی ہیں۔ جو اسی قانون میں قسم قسم کی تبدیلیاں ظاہر کیا کرتی ہیں۔ کیونکہ ماں اور باپ دونوں سے بچہ بھی پیدا نہ ہونا بانجھ وغیرہ کے متعلق ہے۔ مثال بعض قانون پیدائش کا پیشتر [illegible] ہوگا؟ … عدم تولید کیا سبب ہے؟ [illegible] کیونکہ جب کسی نے شرح حقیقت [illegible] سلسلہ تولید جاری ہی تھا تو حضرت مذکورہ کو فلاں فلاں [illegible] کیوں آگئے [illegible] کیوں [illegible] رہ گئے؟ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح ایک خاص حالت میں ماں باپ سے پیدا ہونا قانون قدرت ہے ویسا ہی کسی اور حالت میں نہ پیدا ہونا بھی قانون قدرت ہے۔ یہ پہلے قانون کے برخلاف ہے اور یوں وہ قانون قدرت کسی اور سبب سے بدل جاتا ہے۔ غرضیکہ ماں باپ سے پیدا ہونا قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور اگر یہہ تبدیلی نہیں تو تبدیلی اور کس کو کہتے ہیں۔ پھر ایک اور استثنائی دفعہ اس قانون میں یہہ ہے۔ کہ بیٹے پیدا ہوتے ہوتے بیٹے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ سالم پیدا ہوتے ہوتے کوئی لنگڑا اور کوئی اپاہج پیدا ہو جاتا ہے [illegible] پیدا ہوتے ہوتے کوئی [illegible] پیدا ہو جاتا ہے۔ گو واقعہ یہہ رنگا رنگی کا ایک [illegible] ہوتی

کیا جس طرح زچہ بچہ ہونا اور سالم پیدا ہونا قانون فطرت میں داخل ہے اسی طرح اندھا اور لنگڑا اور اپاہج ہونا بھی ہے یا نہیں؟ اگر کہا جاوے کہ سرشت شوہر میں اکثر واقع ہوئی ہے ایسے پیدا ہوتے ہیں تو پھر ایک قانون میں جو

تغیر کے قابل ہی نہیں یہہ کسر تبدیلی کیونکر وقوع ہوئی یا ہو سکتی ہے؟ پہر ایک اور دفعہ قانون پیدائش میں یہہ ہو کہ
مرد تو پہلا پیدا ہوئے ہوتے نامرد کیونکر آجاتے ہیں یہہ کہیدو کہ منی یا رحم کا قصور ہو جاتا ہے ہم کہتے ہیں کہ جب اور
سب اجزا درست و سالم ہوتے تو ایک چیز میں تبدیلی کرنیکے کیا معنے ہیں شاید اس امر میں کوئی اور مخفی قانون ہوگا۔ ورنہ
تبدیلی ہیچ ہے۔ کیا نیچر جیسا چاہتی ہے کرتی ہے؟ اگر نیچر میں ایسی تبدیلی مرضی ہے تو اسکے قوانین کو لاتبدیل کیوں
کہا جاتا ہے اور اگر نیچر میں فی الحقیقت ایسی مرضی ہے تو یہہ نیچر نہیں خدا ہے اور یہہ وہ مسئلہ ہوگا جسے ہم اہل حق
کہا کرتے ہیں۔ لیکن اگر ان تبدیلیوں کی نسبت یہہ کہیں کہ کسی قصور و فتور کے سبب وقوع میں نہیں آتیں بلکہ اسلئے کہ سلسلہ
تولید میں خدا کی قدرت کے تمام طرح بطرح ظاہر ہوتے ہیں تو ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے پس اسیطرح مسیح کی پیدائش کو
سلسلہ تولید ذاتی میں ایک اعلے تبدیلی سمجھو۔ اور ان باتوں کے لحاظ سے مسیح کی پیدائش کو خلاف قانون قدرت
کہکر غلط ٹہرانا غلط ہے کیونکہ جسطرح تغیرات مذکورہ خدا کی قدرت سے ظہور میں آتے ہیں اسیطرح اس قدرت کا
ظہور مسیح کے بن باپ پیدا ہونے میں ہے۔ اور یہہ کہ مسیح بغیر باپ کے پیدا نہیں ہوا اسکا باپ خدا ہے۔ خدا کا
باپ ہونا اور جسمانی باپ کے بجائے قدرت سے جسم بنانا ممکن نہیں ہے۔ اب اگر اس میں کوئی اعتراض باقی ہے
تو یہہ ہے کہ خدا کی قدرت سے پیدا ہونا قانون قدرت کے خلاف ہے۔ یہہ عجیب بات ہے کہ قانون قدرت خدا کی
قدرت سے اعلے ٹہرا۔ اور قدرت الٰہی ضعیف۔ اس یہہ عجیب قانون ہے جنہوں نے متقدمین کا دم خشک کیا ہے۔ اگر
فی الواقع ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ دکہلایا گیا کہ قانون تولید قابل تبدیل ہے [illegible]
پہر اور بہی [illegible] دیا یا دکہو۔ گذشتہ سال ہی کا ذکر ہے اسکا وقوع کس قانون قدرت کے
موافق ہوا۔ جواب قانون ملے رہا کے موافق۔ مگر ملے رہا نے جو سمجہا ایسا [illegible] کیوں خلل [illegible] اور قانون
قدرت کو توڑ دیا پس قانون قدرت میں یہہ کشمکش تبدیلی ثابت کرتا ہے جسکا موجب اور سبب اول خدا ہے۔
پہر ان ستون کو جو پہلے سال روانگی [illegible] دوسرے سال مقام کون کراتا ہے؟ اور کیوں [illegible] تمام نہیں رہتی
تاکہ ہر سال بارش ہوا کرے۔ اسکا کافی جواب یہی ہے کہ جسطرح خداوند چاہتا ہے اسی طرح ہوتا ہے۔ یاد رہے
کہ قوانین قدرت اپنے آپ میں کوئی طاقت [illegible] اور ضرورت سے بندے ہوئے ہیں اور کسی شے کو نہیں جانتے۔ اسلئے

ایسی تبدیلیاں جو اعجاز ظاہر کرتی ہیں کہ خدا اُن میں دخل دیتا ہے پس تبدیلی اور بُرائی میں سے کون قانون قدرت کے موافق ہے۔ اگر بھلائی ہے تو یہہ قانون قدرت بُرائی سے بدل گیا۔ اور اگر بُرائی قانون قدرت ہے تو نیکی خلاف قانون قدرت ہے جو بہت بُری تبدیلی ہے جو قوانین قدرت میں واقع ہوئی ہے۔ اور اس امر میں حق یوں ہے کہ نیکی قانون قدرت مقرر ہوا تھا۔ اور اب بدی سے بدل گیا ہے۔ الحاصل جو کلام کہ ہم قوانین فطرت کو غیر متغیر اور لایتبدل و تحویل ثابت کیا ہے نہ صرف تجربہ سے ثابت ہوتا ہے بلکہ قانون قدرت کے خلاف ہے اور اسلئے باطل ہے۔

چہارم۔ ہر قسم اعجاز قوانین قدرت خدا کی قدرت مطلق اور نظامت کا اعلیٰ ظہور ہے۔ اسلئے واقعات قدیم اور حال کے وہ شہادتیں ہیں۔ جو نیچری ان کو نیچر یا نیچر سے علیحدہ خدائے قادر مطلق اور منتظم کی خبر دیتی ہیں۔ بدون اس اعجاز کے رونگٹ ہڑو ویدتس کا کوئی ثبوت نہیں۔ قوانین نیچر لاتبدل ہیں سب یا سب یکساں ہوتے۔ پس اعجاز قوانین فطرت نظامت الٰہی کا وہ لازمی طریق ہے جس سے وہ انسان کے حق دونوں طریق اولی بیدار کرتا اور اپنا خوف اور پیار انکے دلوں میں ڈالتا ہے۔ بیکار کر یہہ مطلب پورا کر سکی نسبت اعجاز قوانین جو انسان کے لئے ناقابل تبدیل ہیں زیادہ تر موثر ہے۔ وہ بیکار نہیں ہوا کا سنسنانا یا بادل کی گرج معلوم ہوتی اور بس۔ اور جو جابر آبدنہ ہوتا لیکن جب غیر متغیر قانون کو عاجز کر دکھایا۔ تو یہہ سب سے قوی ثبوت اسکی حاضر و ناظر نظامت کا ہے۔ اور اس سے بڑھکر یہہ کہ جب انسان کو انسان کے ذریعہ اعجاز قوانین دکھاوے تو انہیں وہ تمیز ہوتی جو اگر خدا خود اپنے طور پر دکھاوے۔ تو بھی اعتقاد نہ ہوتی۔ اور یہہ بات نیچری تاریخ اور الہامی تاریخ کا مقابلہ کرنے سے خوب واضح ہوتی ہے۔ علی ہذا اسکی قدرت مطلق بھی اعجاز قوانین ہی سے ثابت ہوتی ہے۔ نہ کہ اسکی لا انتہا ہستی۔ اور اسیطرح اور باتیں ثابت ہوتی ہیں جو خالق انسان پر ظاہر کیا چاہتا ہے اور یہہ اسلئے کہ از روئے قانون فطرت انسان مرضی کا آزاد ہے اختیار ہے کہ خالق کو مانے یا نہ مانے اور اسکے احکام کا تابع ہووے یا نہ ہووے تو اس مرضی کو اپنی طرف مائل کرنیکے واسطے اعجاز قوانین قدرت اس محبت کل کی محبت کا ظہور ہے +

اپنی تھیوری اور ارسطو نے تو بھی قدرت کو ایسا ہی لاتبدیل سمجھکر خدا کو دنیا سے خارج کر دیا تھا۔ انسے پہلے اناکساگورس نے بھی تحریر میں خدا کا استعمال نہ کیا۔ اور ہوا اور پانی وغیرہ ہی کو وہ سمجھا جو کچھ خدا ہے اور غالبا قریب ہے۔ کہ ہم خیال کے نقلی نیچری ان اور خصوصاً انکے پیشوا مولوی سید احمد خاں صاحب بہادر کو ویسی ہی ملامتی کا سہرا گروہ یاد دیں۔ تب یہہ لوگ اپنی طرف دنیا کے عقاید صحیحہ اور اکل میں پوری پوری اصلاح کرینگے! صرف اتنا ہی کہدیا ہے کہ قوانین فطرت ناقابل تبدیل ہیں۔ ارے صاحبو یہہ اصلاح نہ ہوگی لیکن بڑا ہی ہیر پھیر ہوگا۔ ہم اصلاحوں کو تحقیقا باطل جانتے ہیں۔ ایسے مصلح بھیڑوں کے بھیس میں پھاڑنے والے بھیڑیے ہیں۔

محاکمہ دوم

بحث عقلی

ولادت مسیح کی نسبت عقلی بحث میں جو خیالات مولوی ممتاز علی صاحب نے سید احمد خاں صاحب کے اوپر نیچے پیش کیے ہیں وہ اصل میں عقلی باتوں پر دور اور نزدیک کے نتیجے نکالے ہوئے ہیں۔ یاد رہے کہ انکی بہ لحاظ نظر ثانی ہیں ہماری غرض یہہ نہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب کے جوابوں کی تائید کریں۔ مگر یہہ کہ دونوں نیچری صاحبوں کے خیالات کو آزادانہ طور سے پرکھیں۔

مولوی سید احمد خاں صاحب بہادر کی تحریر حسب ذیل ہے۔ عیسائی اور مسلمان دونوں خیال کرتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ صرف خدا کے حکم سے عام انسانی پیدایش کے برخلاف بغیر باپ پیدا ہوئے تھے۔ مگر ایسا ہی ہوتا

حاشیہ نمبر ۱ [illegible]

[illegible]

[illegible] الطبقة الالہام [illegible]

فرض کیا جاوے تو اول اسباب پر غور کرنی ہوگی۔ کہ بن باپ کے پیدا کرنے میں حکمت الہی کیا ہو سکتی ہے۔ ہاں واقعات جو خلاف عادت یا مافوق الفطرت تسلیم کئے جاتے ہیں۔ انسے یا تو قدرت کاملہ پروردگار کا اظہار مقصود ہے یا انکا وقوع بطور معجزہ مانا جاوے۔

(۱) جبکہ خداوند تعالے نے حضرت آدم کو بے ماں بے باپ کے پیدا کیا تہا۔ تو حضرت عیسے کو صرف بے باپ پیدا کرنے میں اس سے زیادہ قدرت کاملہ کا اظہار نہ تہا۔

واضح ہو کہ مسیح کی معجزانہ پیدائش حکمت الہی اور اظہار قدرت مطلق سے خالی نہ تھی۔ پس اگر حضرت آدم کی پیدائش کا کچھ لحاظ ہے۔ اور اس سے سند پکڑنے کا کچھ خیال ہے تو معلوم ہو کہ ابتدا ہی میں تین طور پیدائش متغیر ہوا تہا۔ اول آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پہر حوا کو بغیر ماں کے صرف آدم سے پیدا کیا۔ اور پہر قائن کو ماں باپ سے پیدا کیا۔ تو کیا پہلی پیدائش میں قدرت کاملہ کا ظہور نہ تہا۔ جو پہر صرف آدم سے پیدا کیا۔ اور پہر مرد اور عورت سے۔ اور چونکہ مسیح کی پیدائش ہر سہ پیدائش مذکورہ سے فرق رکہتی ہے۔ کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو کیا اس میں قدرت مطلق کا اور بہی زیادہ اظہار نہوا۔ بے شک ہوا۔

(۲) اگر یہہ خیال کیا جاوے کہ صرف ماں سے پیدا کرنا دوسری طرح اظہار قدرت کاملہ ہی صحیح نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ اظہار قدرت کاملہ کے لئے ایک امر مبین اور ایسا ظاہر ہونا چاہئے۔ کہ جسمیں کسی شبہ نہ رہے۔ بن باپ کے مولود ہونا ایک ایسا امر مخفی ہے۔ جسکی نسبت یہہ نہیں کہا جا سکتا کہ اظہار قدرت کاملہ کے لئے کیا گیا ہے۔

اس سے یہہ بات حاصل ہے کہ معجزات موسی اور مسیح ایسے امور مبین اور ظاہر تہے۔ کہ [illegible] کوئی شبہ نہیں رہ سکتا تہا۔ وہ اظہار قدرت مطلق کے متعلق اور ظاہرا ثبوت تہے۔ رہا اظہار [illegible] پیدائش مسیح میں سو معلوم ہو کہ اس امر کا اظہار اسکی زندگی ہے۔ اس امر کا ظاہرا ثبوت [illegible] ہو سکتا۔ کہ نہ کوئی شہادت اور کوئی نظارہ اس اعجاز مخفی کا ایسا اظہار نہیں جیسی اسکی زندگی ہے۔ [illegible] کی کامل اور پاک زندگی کی کوئی اور وجہ بتائی نہیں ہو سکتی۔ سوائے اسکے کہ وہ ذاتی سلسلہ توالد [illegible]

نہ ہوا۔ کیونکہ ذاتی پیدائش دالی زندگیں پلید آور ناکامل ہیں لیکن اس امر مخفی کے لئے انکی زندگی کو دیکھو۔ تو کچھ شبہ نہ رہیگا۔ کہ یہہ اظہار قدرت کاملہ ہے۔

(۲) بطریق اعجاز حضرت عیسے کے بن باپ کے پیدا ہونے پر معجزہ کا اطلاق بھی نہیں ہوسکتا۔ معجزہ بمقابلہ منکران نبوت صادر ہوتا ہے۔ قبل ولادت مسیح بلکہ ادعائے نبوت یا الوہیت کوئی شخص منکر نہیں ہوسکتا تھا پھر معجزہ کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ علاوہ اسکے جبکہ انکی ولادت ٹھیک اسی طرح پر واقع ہوئی جسطرح کہ عموماً بچوں کی ہوتی ہے۔ کہ نو ماہ تک حمل میں رہے۔ اور بروقت ولادت حضرت مریم پر وہ حالت طاری ہوئی جو عموماً عورتوں پر بچہ پیدا ہونے میں طاری ہوتی ہے تو کسطرح اعجاز انکے پیدا ہونیکا کسیکو احتمال نہیں ہوسکتا۔

مسیح کا بن باپ کے پیدا ہونا منکروں کو قائل کرنیکے لئے معجزہ نہ تھا۔ لیکن یہہ معجزہ مسیح کے ذاتی فائدہ اور قابلیت کے لئے خدا نے انکی سرشت میں دکھایا۔ اس اعجاز سے مسیح کو اُن کام کے لائق کیا جسکے کرنے کو وہ بھیجے گئے تھے۔ یعنے پاک پیدا کرنیکے لئے قدرتی قانون ولادت انپر سے ہٹایا گیا۔ اور نیز اسلئے کہ ذات الہی اُس پاک ذات میں خاص طور سے سکونت کرے۔ تاکہ مسیح اس طور سے طیار ہوکر وہ سب کام جو خدا نے اُسے سونپے کرسکے۔ لئے خدا کی قدرت ہووے۔ اور یہی سبب ہے کہ مسیح نے کبھی اس معجزہ کو منکروں کے برخلاف ثبوت نبوت کے لئے پیش نہ کیا۔ لیکن اپنے زندگی کے کاموں کی طرف رجوع دلایا۔ یعنے وہ معجزات جو لوگ دیکھ چکے تھے۔ اور دیکھ رہے تھے۔

اس بحث کے بعد صفحہ ۱۶ پر مولوی ممتاز علی صاحب بھی سات امر اپنی طرف سے پیش کرکے مولوی محمد حسین صاحب سے اور انکے سب ہم خیالوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ ان امور متعلقہ سے کیا نتیجہ نکلتا ہے اگر تمہیں تاریخی تحقیقات میں کسی تاریخی شخص کی نسبت اسقدر امور معلوم ہوں تو کیونکر تم شخص اسکے باپ کے تعین کرنے میں کچھ شک پیدا ہوسکتا ہے۔ پھر کیوں حضرت مسیح کے باپ میں شک کئے جاتے ہیں۔ ذیل میں وہ امور جو جواب دیئے جاتے ہیں۔

(۱) مسیح [illegible] انسانوں کیطرح کا [illegible]

(۲) مریم صدیقہ اُن کی والدہ تھی۔

یہ دونوں امور مسیح کی انسانیت کے ظہور ہیں مگر ان پر توجہ ہی نہیں۔ اسلئے زائد از طلب ہیں۔

(۳) یوسف مریم کا شوہر تھا۔ یا فرض کرو کہ مریم یوسف کی منسوبہ تھی۔

مریم یوسف کی منکوحہ ہونے سے پہلے حاملہ تھی۔ سو اس امر میں یوسف کا شوہر ہونا بے اثر ہے۔

(۴) یوسف کے سوائے مریم کا کسی اور آدمی سے کسی قسم کا تعلق ثابت نہیں۔

بجا ہے۔ اور اس بحث میں اس بات کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیئے۔ اور اسکے ساتھ اس بات کو پیش نظر رکھو کہ مریم یوسف کی منکوحہ ہونے سے پہلے حاملہ پائی گئی پس تو حمل کہاں سے آیا؟ اس حال میں اس بات کا ممکن جواب یہی ہے کہ خدا کی قدرت سے۔

(۵) یوسف اور مریم نے مسیح کی پرورش کی۔

واضح ہو کہ اصل بات جو ہونی تھی سو اس پرورش سے پیشتر ہو چکی تھی۔ اور یہ تو پیدائش کے بعد کی کیفیت ہے۔ اور فقط پرورش حقیقی پدریت کی دلیل نہیں۔ ہمارے باپ کو دوسروں کے بیٹوں کی پرورش کرنی پڑ جاتی ہے۔ ہم اپنی آنکھوں سے یہ باتیں دیکھ رہے ہیں پس اس بات سے ہی یوسف حقیقی باپ ہونے سے خارج ہی رہا۔ اور علاوہ اسکے ظاہر ہے کہ یوسف نے انکی پرورش خدا کے حکم سے کی تھی۔ ورنہ اپنی طرف سے تو وہ اس بات سے انکاری ہوا تھا۔

(۶) یوسف نے کبھی اس بات سے انکار نہیں کیا کہ مسیح میرا بیٹا ہے۔ اگر کہیں انکار کیا تو آپ [illegible] کا نشان دو۔ اس جملہ سالبہ کی مثبت طرز یہ ہوگی کہ یوسف نے (کبھی) اقرار کیا کہ مسیح میرا بیٹا ہے پس ہم اس اقرار کے مقام کا نشان چاہتے ہیں۔ اور انکار کا پتا لیجئے۔ (متی ۱: ۱۹) یوسف کو مریم کے حمل ہی سے انکار ہوا اور اس سبب سے انکو چھوڑ دینے پر آمادہ ہوا تھا۔ اگر یوسف اُس حمل کا سبب ہوتا تو طلاق کا خیال نہ کرتا۔

(۷) عوام [illegible] مسیح نے اپنے نجی امور میں دست اندازی کی کہ [illegible] انکو یوسف کا بیٹا ہی جانتے تھے۔

یہہ بھی کچھہ دلیل نہیں کیونکہ عوام کے نزدیک بن باپ کے پیدا ہونا (دیکھو مخالف صاحب کی دلیل نمبر ۲) اور یوسف کا بیٹا ہونا دونوں یکساں تحقیقی امر تھے لیکن عوام نے اس خیال سے کہ کبھی کوئی بن باپ پیدا نہیں ہوتا سمجھہ لیا کہ وہ یوسف کا بیٹا تھا۔ مگر پھر جب مسیح نے عوام کے مذہبی امور میں دست اندازی کی اور سردار کاہن اور بزرگ لوگ انکے دشمن ہو گئے تب عوام انکو اسکا بیٹا جانتے تھے۔ یاد رہے کہ عوام کا پہلا علم تحقیقی نہ تھا لیکن دوسرا علم تحقیقی تھا اور یہی سبب ہے کہ اُن عوام میں سے بہتیروں نے اُس تحقیقی علم کا چرچا پھیلایا پس آپکے یہہ کہنے سے کہ لوگ بھی یوسف کو مسیح کا باپ تسلیم نہیں کرتے۔ اور مریم کا حمل خدا ہی کے ذمے لگتا ہے۔

محاکمہ سوم

بحث نقلی از انجیل مقدس

معلوم ہو کہ رسالہ محاکمہ ولادت مسیح میں یہہ نقلی بحث صفحہ ۱۸ سے شروع ہو کے صفحہ ۵۲ پر ختم ہوئی ہے۔ مگر اسمیں جا بجا قرآن سے بھی حوالے دیئے گئے ہیں۔ پر ہم نے انکو اس نظر ثانی سے خارج رکھا ہے۔ اور صرف انجیل پر اس بحث کو ختم کیا ہے۔ کیونکہ اُس رسالہ میں قرآن مجید پر بحث کی گئی ہے جسکے جواب دینے کے ہم ذمہ وار نہیں ہیں۔ اور ہم اس بحث کو دفعات پر تقسیم کرینگے تاکہ ہر ایک بات جو اس بحث میں مخالفوں کی طرف سے پیش ہوئی صاف صاف معلوم ہو جاوے کہ کیا ہے۔

دفعہ ۱۔ اس امر کا بیان ہوا ہے کہ فرشتہ کا مریم کو نظر آنا اور ہمکلام ہونا صرف ایک وہم و خیال تھا اور حقیقت میں کوئی فرشتہ نہ آیا تھا۔ مگر یہہ سب کچھہ مریم کے تخیلہ کا نتیجہ تھا صفحہ ۲۱ و ۲۲۔ ✝

دفعہ ۲۔ پہلا [illegible] بہادر کی دو دو [illegible] ہیں [illegible] کے حکم سے [illegible] صفحہ

وغیرہ دیکھو صفحہ ۲۴ وغیرہ۔

حاشیہ ✝ دفعات مفصلہ ذیل میں جو ہندسہ ہیں [illegible] رسالہ محاکمہ ولادت مسیح کے صفحوں [illegible] ہیں۔ منہ

دفعہ ۳۔ مسیح کو خدا کا بیٹا کہنا جو اریوں نے یونانیوں کے محاورہ سے سیکھا جو اپنے بزرگوں کو اس لقب سے پکارتے تھے۔ صفحہ ۲۹۔

دفعہ ۴۔ حضرت مریم کی منگنی اور نکاح ایک ہی بات تھی۔ ان میں کچھ فرق نہ تھا۔ کٹو صاحب کے سائیکلوپیڈیا سے سنداً حوالے دیئے گئے ہیں۔ صفحہ ۳۱ و ۳۴ و ۴۲ و ۴۳۔

دفعہ ۵۔ متفرق باتوں کا بیان۔ صفحہ ۳۶۔ ۴۱ اور ۴۶ و ۴۷۔

دفعہ ۶۔ یسعیاہ نبی کی نبوت کنواری کے حاملہ ہونیکی مسیح کے حق میں نہ تھی۔ اور نہ کنواری کے معنے وہاں کنواری کے ہیں۔ صفحہ ۴۹ و ۵۰۔

اس بحث کو غور سے پڑھکے ہم نے یہی باتیں پائیں جنپر بہت زور لگایا گیا ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہمیں ایک یہہ بات بھی معلوم ہوئی کہ واقعات کے برخلاف قیاس سے خوب کام لیا ہے۔ اور ارنسٹ رینن صاحب کی کتاب لائف آف جیزس جیسی کتابوں کو اپنی کتاب کا گویا متن رکھا ہے۔ جو کہ ایک مخالفانہ کتاب ہے۔ مگر ہمارے نیچریوں کے نیچری ہونیکا سامان ہے۔

دفعہ ۱۔ اس امر کا بیان ہوا ہے کہ فرشتہ کا مریم کو نظر آنا اور ہمکلام ہونا صرف ایک وہم و خیال تھا۔ اور حقیقت میں کوئی فرشتہ نہ آیا تھا۔ مگر یہہ سب کچھ مریم کے تخیلہ کا نتیجہ تھا۔ صفحہ ۲۱ و ۲۲۔

مولوی ممتاز علی صاحب سید صاحب کی تقریر یوں تحریر کرتے ہیں۔ تمام یہودی یقین رکھتے تھے۔ کہ ان میں ایک مسیح پیدا ہونیوالا ہے جو یہودیوں کی بادشاہت کو پھر قایم کریگا۔ اسلئے یہودی اور یہودی عورتیں بیٹے ہونیکی نہایت آرزو رکھتی تھیں۔ اور دعائیں مانگتی تھیں اور عبادتیں کرتی تھیں کہ وہ شخص ہمارا ہی بیٹا ہو۔ ایسی حالتوں میں انکا اس قسم کی خوابوں کا دیکھنا یا ان بولنے والے کی آوازوں کا سننا یا تخیلہ میں کسی مجسم شے کا دکھائی دینا ایسا امر ہے جو مقتضائے فطرت انسانی واقع ہوتا ہے۔ ممتاز علی صاحب اس تقریر کی آخر میں یوں لکھتے ہیں حضرت مریم جب وہ عبادت میں تن تنہا مشغول تھیں تو انکی آنکھوں میں ایک ایسی صورت بندہ گئی۔ کہ گویا کوئی فرشتہ سامنے کھڑا ہے۔ اور اس چیز کی بشارت دے رہا ہے جسکی انکو مدت سے تمنا تھی۔ ان کی حس باصرہ ا

سامعہ نے دھوکا کھایا + اور انہوں نے حقیقی آدمی جانکر ان سے سوال کیا اور جو انکے دل میں خیال تھا وہی بطور جواب سمجھے تھا۔ اس طرح حس باصرہ اور سامعہ کا غلطی کرنا ‡ ایک معمولی بات ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا

حاشیہ + آپ نے ثابت نہیں کیا کہ مریم کی حس باصرہ اور سامعہ نے دھوکا کھایا اور صرف فرض کر لیا ہے کہ انہیں دھوکا ہوا ہے۔ کچھ ثبوت نہیں کہ [illegible] کے حواس نے دھوکا کھایا اسلئے مریم نے دھوکا کھایا۔ فرض کیا کہ اس یوسف نجار کے گھر میں دھوکا کھایا تھا جسکا آپ [illegible] کر کے حوالہ دیتے ہیں پر یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہو سکتا کہ مریم نے بھی دھوکا کھایا۔ مریم کا دھوکا کھانا بجائے خود ثابت کرنا چاہیے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک کے حواس کسی موقعہ دھوکا کھانا ممکن ہو۔ اور دوسرے کا نا ممکن

حاشیہ ‡ [illegible] آپ [illegible] ضائع ہوا۔ آپ نے اظہار قدرت الٰہی کے برخلاف [illegible] تھا کہ قانون فطرت ناقابل تبدیل ہیں اور جہاں اپنے اظہار خیال کے [illegible] قوت باصرہ اور سامعہ اور لامسہ [illegible] قانون فطرت کے مطابق غلطی کرنے والے اور دھوکا دینے والے [illegible] لیا اور انکو اس بات [illegible] ہے کہ یہ تقاضاء فطرت انسانی ہے اور ایک معمولی بات ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو [illegible] آپ انکا غلطی کرنا ہرگز نہیں معلوم کر سکتے۔ اگرچہ [illegible] دھوکا کھاتے ہیں تو یہ بھی ثابت نہیں ہو سکتا کہ وہ دھوکا کھاتے ہیں اگر آپ کو یقین ہوتا کہ حواس غلطی کرتے ہیں تو آپ ہرگز نہ سمجھ سکتے کہ حواس غلطی کرتے ہیں [illegible] اعتبار [illegible] کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ انہیں نے [illegible] دکھایا کہ وہ غلطی نہیں کرتے ہیں [illegible] دیکھ سکتے اور نہ [illegible] سکتے ہیں۔ [illegible] کسی چیز کی شکل نہیں دیکھی اور نہ قوت سامعہ کسی آواز کی [illegible] انکی جو محض خیال ہے [illegible] اس وجہ سے ہو کہ مریم کا محض خیال تھا وہ حس میں نہیں آسکتا تھا اور اسلئے حواس غلطی نہیں کر سکتے تھے۔ مگر آپ کہتے ہیں کہ اپنے تخیلہ سے انہوں نے دھوکا کھایا۔ انکی حس باصرہ اور سامعہ نے دھوکا کھایا۔ سو آپکا یہ کہنا غلط ہے۔ مریم کی حواس نے دھوکا نہیں کھایا۔ وہ اپنے تخیلہ کی اپنے حواس سے کچھ [illegible] سکتی تھی۔

علاوہ [illegible] واضح رہے کہ حواس کا غلطی کرنا جھوٹ بات ہے۔ وہ کبھی غلطی نہیں کرتے ہمیں معلوم ہے کہ حواس کی غلطی [illegible] سراب کی شکل اور جانوروں کا کوئی جانور یا کوئی دوسری صورت [illegible] دیکھی [illegible] جاتی ہے۔ لیکن [illegible] جو صرف [illegible] ثابت کرتے ہیں کہ حواس غلطی نہیں کرتے۔ [illegible] سراب اور [illegible] کے سبب [illegible] صورت [illegible] ہے [illegible] نظر آتی ہے [illegible] صورت [illegible] باصرہ انکی صورت دیکھیگی [illegible] نظر آتے۔ دیکھو آفتاب اور [illegible] نظر آتے ہیں۔ مگر حقیقت میں [illegible] یہ نہیں کہا جا سکتا کہ [illegible] غلطی کرتی ہے

اس بیان سے پہلے ان صاحبوں نے ثابت کیا ہے کہ یہہ رویا حالت بیداری میں واقع ہوا تھا نہ کہ خواب میں۔

چند باتوں پر غور کرنے سے تقریر بالا ایک خانگی وہم معلوم ہوتا تھا۔ البتہ دلیل کے برخلاف یا تردید میں دلیل پیش ہو سکتی ہے مگر وہم اور خیال کے برخلاف ہم نہیں جانتے کیا دلیل پیش کریں۔ اسلئے اس وہم کو دلیلوں ہی سے پرکھینگے۔

اولاً جب تمام یہودی مسیح بادشاہ کے منتظر تھے تو ایکے ساتھہ وہ یہہ بھی جانتے تھے اور امید تھی کہ مسیح داؤد کے گھرانے سے پیدا ہوگا پس جب کہ یہہ بات بھی معلوم تھی تو تمام یہودی کبھی نہ کبھی یہہ آرزو نہیں کر سکتا تھا۔ الاّ وہی جو داؤد کی اولاد سے تھے۔ (۲) انکو یہہ علم بھی تھا کہ مسیح بیت لحم میں پیدا ہوگا تو اس سے ظاہر ہے کہ کل یہودی ہرگز یہہ کہ اس بات کی آرزو نہ کر سکتے تھے مگر صرف وہ عورتیں جو قوم میں داؤد کی نسل سے تھیں۔ اور مریم تو ناصرۃ کی رہنے والی تھی۔ .. اور ناصرت کی نسبت علاوہ اور لوگوں کے خود گلیل کے لوگوں کا یہہ مقولہ تھا کہ ناصرت سے کوئی اچھی چیز نہیں نکل سکتی۔ یعنے ایسے کمینے اور ادنی مکان سے مسیح بادشاہ ظاہر نہیں ہو سکتا۔ دیکھو یوحنا ۷ : ۵۲۔

اس سے بڑھکر دیکھو کہ خود ناصرت کے لوگ مسیح کی تعلیم و معجزے دیکھکر اور اسکا دعوٰی سنکر حیران اور مائل تھے کہ کیا یہہ یوسف کا بیٹا نہیں کیا اسکی ماں مریم نہیں ہے جس سے وہ ظاہر کرتے ہیں کہ مسیح بادشاہ اس لائق نہیں کہ اسکے گھر پیدا ہو یہہ تو غریب نجار ہیں انکو ہم جانتے ہیں یہہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ مریم ایسی حالتوں میں نہ تھی کہ مسیح موعود کی ماں ہونیکی خیال کر سکتی۔

[illegible] کرتی ہیں اسکی صورت ویسی ہی نظر آتی ہیں [illegible] دیکھی ہے کیونکہ [illegible] دوست ایک [illegible] [illegible]
ہے دیکھیں وہ موجود نظر آتا ہے [illegible] کسی حالت میں وہ ہوتا نہیں [illegible] کون کہتا ہے حواس نہیں [illegible] قوت [illegible] غلطی
کرتا ہے اب [illegible] اس بات کا خیال [illegible] کسی حالت میں [illegible] حالت بیداری میں تھی (۲) دوسری [illegible]
تھی لیکن [illegible] [illegible] خیالی [illegible] اگر یہہ ثابت ہو جاوے کہ [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] کا خیال [illegible]
[illegible]

ثانیاً۔ اگر ایسے خیالوں میں پڑی تھی تو تقاضا فطرت انسانی یہہ نہ تھا کہ اُسے ایک غیر معمولی صورت اور آواز کی تجسس ہو لیکن مریم کا یہہ خیالی شوق اس بات کے خیال سے پورا ہو سکتا تھا۔ کہ میری یوسف کے ساتھہ منگنی ہوئی ہے اور جب گھر جاؤنگی اور اولاد ہوگی تو خدا کرے کہ وہ مسیح ہماری اولاد ہو۔ اور اگر منگنی بھی نہ ہوئی تھی تو بھی اس قسم کا خیال فطرتی خیال ہوتا۔ مگر اس قسم کا خیال نہیں ہو سکتا تھا کہ ابھی کنوارے پن میں یا بن شوہر دیکھے مسیح کی حاملہ ہو جاؤں۔ اور فرشتہ کے مونہہ میں اپنے خیال سے یہہ باتیں ڈالے کہ روح قدس تجھہ پر اتریگی اور خدا تعالیٰ کی قدرت کا سایہ تجھہ پر ہوگا۔ اس سبب سے وہ قدوس بھی جو پیدا ہوگا خدا کا بیٹا کہلائیگا۔

ثالثاً۔ یہہ مریم کے تخیلہ کا نتیجہ اسلئے بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ اگرچہ مسیح کی آمد کی خبر و انتظاری تھی مگر اس بات کی خبر و انتظاری نہ تھی کہ اسکی بشارت تو یہہ کوئی فرشتہ دیگا۔ پس اس سے بھی ظاہر ہے کہ مریم ایسی حالت میں نہ تھی کہ ایسی آواز سنتی اور صورت دیکھتی۔

رابعاً۔ اگر مریم محض خیالوں ہی میں پڑی تھی اور اُسے اسکے اپنے ہی خیالوں کی صورت اور آوازیں معلوم ہوئیں تو لازم تھا کہ یہہ دھوکا دھوکا ہی رہتا اور ان خیالوں کے موافق کچھہ واقع نہ ہوتا۔ یعنی اُسے ان خیالوں کا حمل نہ رہ جاتا۔ لیکن اسکا اسطرح سے حاملہ ہونا اور یوسف کا اُس حمل کی نسبت فکرمند ہونا وہ باتیں تھیں۔ جو مریم کے دھوکہ کھانے کو خارج کرتی ہیں اور پھر مریم کا پہاڑونکیطرف الیشبات کے گھر جانا اور وہاں تین مہینے رہنا۔ اور نہیں لکھا کہ یوسف کے گھر گئی اور تین مہینے اسکے گھر رہی۔ اور پھر الیشبات کا اسکے حمل جدید پر گواہی دینا وہ باتیں تھیں جن کو شاید آپ کہو کہ تمام اوہام پرستی کا نتیجہ تھا۔

خامساً۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ مریم کے خیالات صورت اور آوازیں بن بنکر دکھائی اور سنائی دیئے اور کہ حقیقت میں اُسنے کوئی صورت اور آواز نہ دیکھی اور سُنی۔ کیونکہ برخلاف اسکے مریم کہتی ہے۔ کہ حقیقت میں فرشتہ نظر آیا اور [illegible] اور مریم کو جو قصہ [illegible] معلوم کرے کہ [illegible] حقیقی اور [illegible] اُسنے اس واقعہ کو حقیقت مانا اور ویسا ہی حواریوں سے بیان کیا اور انہوں نے بھی اُسے حقیقی بیان کیا۔ جو کسی واقعہ کو اور طرح بھی معلوم کر سکتے تھے۔ تو دوسری صاحبان نے اس باتو کو مریم کے تخیلہ کا نتیجہ کیونکر معلوم کیا۔ [illegible]

دوربین خیال بنیا ہے جس نے آپنے مریم کے خیالوں کو دیکھا ہو کوئی نہیں۔ یہ صرف ہمارے مخالفوں کے خیال ہیں
جو مریم کے دل میں ڈالے جاتے ہیں۔

سادہ تھا۔ اگر آپ یہ سوچیں تو معلوم کرینگے کہ آپ مثل اُس بری شخص کی ہیں۔ جو سمندر کے سفر سے
ناآشنا ہو اور جہاز پر چڑھے اور بوقت روانگی جہاز کے سمجھے کہ خشکی کا کنارہ متحرک ہے اور جہاز دور ہٹا جاتا ہے۔
اور وہ جہاز کو باقرار سمجھیگا حالانکہ جہاز ہٹا جاتا ہے نہ کہ خشکی۔ اسمیں اُس بری شخص کی اصلی قوت باصرہ نے دھوکا
نہیں دیا مگر اُسے بات کا تجربہ نہ تھا۔ لیکن ملاح اس امر سے خوب واقف ہے اور جہاز کو رواں سمجھتا ہے نہ کہ کنارہ
بحر کو۔ پس ملاح ایسے شخص کو یہ تجربہ سکھا سکتا ہے۔ آپ ایسے ہی بری شخص کی مانند دھوکا کھانے والے معلوم ہوتے
ہیں لیکن آپکو چاہئیے کہ اس امر میں حضرت مریم سے یا اُنکے حقیقی حواس نے ایسا تجربہ کیا ہے پوچھیں اور معلوم کریں کہ
آسمانی رویتیں دھوکا نہیں جو میں آپ کی سمجھ کا نتیجہ ایک اتہام جاتا ہے جو فرشتے کی آمد اور کلام سے خوب
واقف تھے۔ پر انسان کی حواس کو ہر بات کا دریکسان تجربہ نہیں ہوا۔ اسلئے اوروں کے حواس کے دھوکا کھانے
اور نہ کھانے کی ہیں ذرہ بسنبل کے حملہ کریں۔ ان باتوں پر ذرا غور کرنا تو آپ پر روشن ہو جائیگا کہ انسانی حواس
دھوکا نہیں کھاتے لیکن وہ قانون جو ان نے اُنکی نسبت اپنے محدود تجربہ سے بنائے وہ خود اور اُنکا بے موقعہ
استعمال دھوکے میں ڈالتے ہیں۔ پس اُن قوانین میں ترمیم لازم ہے نہ کہ حواس خمسہ کی ناقص تراشی۔

پس ان باتوں سے ظاہر ہے کہ مخالف اس خیال میں پڑ گئے کہ مسیح کے پیدا ہونے پر [illegible] جو کچھ کہیں اور جو
بے حقیقت قصوں کے برخلاف خیال میں آیا وہ بیان کر دیا۔

دفعہ ۴۔ سید صاحب کی دو دلیلیں اس باب میں کہ مسیح یوسف کے تخم سے تھا صفحہ ۴۳ وغیرہ
اور صفحہ ۴۷ وغیرہ۔

سید صاحب کی تقریر مولوی ممتاز علی صاحب مختصر طور پر یوں لکھتے ہیں۔ کہ مسیح کی نسبت یقین کیا جاتا تھا
کہ وہ داؤد کی نسل سے ہو گئے۔ جنہوں نے اُنکو مسیح موعود مانا اور عیسائی یا نصاری کہلائے اُن سب کو کامل یقین تھا
کہ وہ حضرت داؤد کی اولاد میں ہیں۔ انجیل متی میں لکھا ہے کہ یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہیم اور لوقا کی انجیل باب ۳ میں

ورمتی کی انجیل باب ۱ میں جو ہے پایا جاتا ہے کہ یوسف حضرت مریم کا شوہر داؤد کی نسل سے تھا پس اگر حضرت عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہوئے ہوں تو وہ نسل داؤد یا اولاد ابراہیم سے کیونکر قرار پاسکتے ہیں۔ اگر یہ کہا جاوے کہ ماں کے سبب سے انکو داؤد کی نسل سے قرار دیا گیا ہے تو یہ بات غلط ہے اسلئے کہ یہود کی شریعت میں عورت کی طرف سے نسبت قائم نہیں ہوسکتی۔

واضح ہو کہ یہ اسی حالت میں نہیں ہو سکتا جب عورت اپنے مرد سے اولاد جنے مگر مریم کا حال ایسا نہ تھا وہ مسیح کو بغیر دخل شوہر کے جنی اور خود اولاد داؤد سے تھی تو وہ جو اس سے پیدا ہوا نسل داؤد قرار پا سکتا ہے اور اسلئے انجیل مسیح کو صرف داؤد کا بیٹا نہیں لیکن خدا کا بیٹا بھی کہتی ہے لوکا ۱: ۳۵۔ اور فقط عورت سے پیدا ہونا مسیح کو داؤد کی نسل ہونے سے خارج نہیں کرتا۔ اگرچہ دفتروں میں عورت کے بجائے اسکے مرد کا نام لکھا جاتا تھا تاہم واقع میں کوئی عورت اپنے باپ داؤد کی نسل ہونے سے خارج نہیں۔ ایسا ہی حال مریم کا تھا۔ اور کبھی کبھی عورتیں بھی نسب نامہ میں بیان کی جاتی تھیں۔ دیکھو تواریخ ۲ باب

اور اگرچہ لوگ یہ بات مانتے تھے اور بخوبی جانتے تھے کہ مسیح داؤد کی نسل سے ہوگا تاہم اس بات کو بھی بھول گئے تھے کہ وہ کیونکر داؤد کا بیٹا ہوگا۔ اور بسبب غفلت اور دنیاداری کے خیالات کے یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ جس طرح اور بادشاہ داؤد کی صلب سے ہوئے تھے اس طور سے مسیح داؤد کی نسل سے ایک بڑا بادشاہ ہوگا۔ اور یاد نہ رکھا کہ مسیح اول داؤد کی کنواری بیٹی سے پیدا ہوگا۔ یہ بھول گئے تھے کہ وہ بیٹا جیسا خدا ہے ویسا ابدیت کا باپ ہوگا۔ اور اسلئے خاص و عام ایک بھاری غلطی میں پڑے تھے اور مولوی صاحب کو انکی غلط خیالوں سے اور انہیں وسوسوں سے آسرا مل گیا ہے اور اگرچہ عیسائیوں کا کامل یقین تھا کہ وہ داؤد کی اولاد میں ہے انجیل متی اور لوقا میں یوسف کو داؤد کی نسل بتلایا ہے تاہم انکو یہ بھی یقین تھا اور انجیل میں بھی بیان ہوا ہے کہ وہ صرف عورت کی طرف سے داؤد کی نسل میں سے ہے۔ اسلئے اسکی یہ دلیل بالکل ضعیف ہے۔ اور پھر دیکھو جب لوگ کہتے تھے کہ مسیح کی نسبت وہ گمان تھا جو ہر زمان ہوا تو مسیح نے خود انکو انکی غلطی ظاہر کی جب فریسی جمع تھے یسوع نے ان سے پوچھا کہ مسیح کے حق میں تمہارا کیا گمان ہے وہ کس کا بیٹا ہے وے اسے بولے داؤد کا۔ اس نے انہیں کہا پھر داؤد روح سے کیونکر اسے خداوند کہتا ہے۔ وغیرہ دیکھو

تب داؤد اُسکو خداوند کہتا ہے تو وہ اُسکا بیٹا کیونکر ٹھہرا؟ نہ کوئی اُسکے جواب میں ایک بات نہ بول سکا۔ متی ۲۲: ۴۱-۴۶۔ اب ظاہر ہے کہ لوگ اپنے گمان کے موافق جو وہ مسیح کی نسبت رکھتے تھے اِس ثبوت اور مثل کا جواب دے سکتے تھے لیکن انجیل سے حقیقی مسیح میں اِس بات کا جواب ملتا ہے یعنی مسیح داؤد کی نسل سے ہے۔ لیکن یوسف کے تخم سے نہیں۔ یہہ ضرور نہ تھا کہ مسیح یوسف کے تخم سے ہوئے تب ہی وہ داؤد کی نسل ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ مسیح کی بادشاہت روحانی بادشاہت ہونیوالی تھی نہ کہ دنیاوی اور اِسلئے بن باپ کے پیدا ہو کر [illegible] جزو کو خارج کیا

اِس دلیل میں مولوی صاحب یہہ بھی تحریر کرتے ہیں۔ کہ علاوہ اُسکے خود انجیل میں مسیح کو متعدد مواقع میں یوسف کا بیٹا لکھا گیا ہے۔ چنانچہ وہ مقامات بھی نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) متی باب ۱۳ آیت ۵۵۔ کیا یہہ بڑھئی کا بیٹا نہیں۔ کیا اُسکی ماں مریم نہیں کہلاتی؟

(۲) یوحنا باب ۶ آیت ۴۲۔ کیا یہہ یسوع یوسف کا بیٹا جسکے ماں باپ کو ہم جانتے ہیں نہیں ہے؟

(۳) " باب ۱ آیت ۴۵۔ وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے۔

✝ (۴) لوقا باب ۲ آیت ۴۱۔ اُسکے ماں باپ ہر برس عید فسح میں یروشلیم کو جاتے تھے۔

✝ (۵) " باب ۲ آیت ۲۷۔ جب ماں باپ لڑکے یسوع کو اندر لائے۔

(۶) " " آیت ۴۸۔ اے بیٹے کسلئے تو نے ہم سے یہہ کیا؟ دیکھ تیرا باپ اور میں کُڑھتے ہوئے [illegible]

حاشیہ ✝ اگر حواریوں کے یوسف کو لفظ باپ سے بیان کرنے [illegible] تو لفظ باپ کو ترک کر دینے [illegible] اُسی باب کی آیت ۳۳ میں لفظ باپ کا نہیں ہے اور [illegible] یوسف اور اُسکی ماں کا لکھا ہے [illegible] آیت ۴۳ میں [illegible] [illegible] اور اُسکی ماں [illegible] وہ [illegible] لڑکے اور [illegible] ماں کو [illegible] [illegible] باپ خارج کیا ہے۔ [illegible] یوسف کو [illegible] کا باپ لکھنا [illegible]

حقیقت حال [illegible]

نتیجہ ڈھونڈتے تھے ‡

جن آیات مذکورہ بالا سے حضرت مسیح کا بیٹا یوسف ہونا ثابت ہے وہ ایسی صریح آیات ہیں کہ بغیر تبدیل و تاویل کے کسی طرح اُن سے انکار نہیں ہو سکتا۔

معلوم ہوئے کہ انکار اور تاویل کی کچھ حاجت نہیں آپ اول یہ خیال کریں کہ اُن لوگوں کا کیا گمان تھا جو مسیح کے آنے کے منتظر تھے اور جنکا انہوں نے تعبیر بیان کیا۔ اور پھر یہ بات ہے کہ مسیح کو یوسف کا بیٹا کہنے کی لوگ یہی صورت دیکھتے تھے۔ یعنی نمبر (۱) و (۲) و (۳) کے لوگ دیکھتے تھے۔ کہ یوسف مریم کا شوہر ہے۔ اور اس حال میں مسیح خواہ کسیطرح پیدا ہوا۔ وہ اُسے یوسف اور مریم کا بیٹا تصور کرتے۔ اور کہ یہ لوگ مسیح یعنی کی ابتدائی زندگی کی بابت غلطی میں تھے نہ صرف اسی بات سے ظاہر ہے بلکہ ایک اور امر کی نسبت جو یسوع کی پیدائش کے متعلق ہے غلطی میں پڑے تھے یعنے اُنہیں تحقیقاً معلوم نہ تھا کہ یسوع مسیح کہاں پیدا ہوا۔ اور اُسکے ناصرت میں رہنے کے سبب وہ خیال کیا جو یوحنا ۷: ۴۲ میں مسطور ہے۔ اگر کوشش کرتے تو اس امر سے واقف ہو سکتے تھے۔ کیونکہ خود مسیح سے یا اُنکی ماں سے یا شاگردوں سے اور بیت الحم کے دفتروں سے معلوم کر سکتے تھے کہ وہ داؤد کے شہر بیت الحم میں پیدا ہوا تھا۔ اسیطرح وہ اُسکے اصلی طرز ولادت سے ناواقف تھے۔ اور مقدس راویوں نے نہ صرف اصلی حقیقتوں کا بیان کیا ہے بلکہ لوگوں کے خیالوں اور غلط فہمیوں کا بھی پتہ دیا ہے۔ جب لوگوں کے خیالوں اور غلط فہمیوں میں پناہ ڈھونڈھنے کی گنجائش ملتی ہے تو اُنکے برخلاف حواریوں کا تحقیق اور صحیح بیان بدرجہ اولیٰ قابل تسلیم ہے۔ جن حواری جو کہتے ہیں کہ لوگ مسیح کو یوسف کا بیٹا کہتے تھے وہی حواری با تحقیق کہتے ہیں کہ وہ یوسف کا شرعی بیٹا تھا نہ کہ یوسف کے تخم سے تھا

حاشیہ ‡ اس مقام پر حواریوں نے مریم کا کلام بیان کیا ہے جیسے تیرا باپ کا لفظ استعمال کیا ہے مریم جانتی تھی کہ حقیقت میں یوں نہیں ہے چنانچہ اُسکا یہی جواب حواریوں نے بیان کیا تھا تو اس سے صاف نتیجہ یہی حاصل ہوتا ہے کہ مریم نے ظاہر طور پر نسبت سے یہ کہا تھا اور غلب ہے کہ کوئی بزرگی [illegible] مریم کے بیٹا کہنے سے مسیح کو یوسف کا تخم نہ ہو [illegible] اپنے مطلب کی تاویل کی ہے [illegible] اور یوسف [illegible] اُن باتوں سے غافل [illegible] تھے [illegible] یوسف کی [illegible] سے [illegible]

نمبر (۴) و (۵) و (۶) جو حواریوں کی طرف سے پیش ہیں جو اُنکا یہ مطلب نہیں کہ مسیح یوسف کے
تخم سے تھا۔ کیونکہ وہ اُسکو یوسف کا تخم ہونے سے اُسکی زندگی کے شروع ہی میں خارج کرتے ہیں۔ جب اُسکی ماں مریم کی
منگنی یوسف کے ساتھ ہوئی تو اُنکے اکٹھے آنے سے پہلے وہ روح قدس سے حاملہ پائی گئی۔ تب اُسکے شوہر یوسف نے جو
راستباز تھا اور نہ چاہا کہ اُسے تشہیر کرے ارادہ کیا کہ اُسے چپکے سے چھوڑ دے اور اُسکو نہ جانا جب تک وہ اپنا
پہلوٹھا بیٹا نہ جنی۔ جبرائیل فرشتہ ایک کنواری کے پاس جسکی یوسف نامی ایک مرد کے ساتھ منگنی ہوئی تھی بھیجا گیا۔
فرشتے نے اُسے کہا۔ دیکھ تو حاملہ ہوگی۔ مریم نے فرشتہ سے کہا یہ کیونکر ہوگا جس حال میں میں مرد کو نہیں جانتی
فرشتے نے جواب میں اُسے کہا کہ روح قدس تجھپر اُتریگی اور خداتعالیٰ کی قدرت کا سایہ تجھپر ہوگا۔ اس سبب سے
وہ قدوس بھی جو پیدا ہوگا خدا کا بیٹا کہلائیگا۔ اِن بیانوں سے حواری صاف ظاہر کرتے ہیں کہ مسیح یوسف کے تخم
سے نہ تھا لیکن خدا سے پیدا ہوا۔ وہ اُسکے کنوارے پن کو اور مرد کو نہ جاننے کو بالکل مصرح کرتے ہیں۔ اور اس
حال میں اُنکا یوسف کو مسیح کا باپ کہنا صرف ظاہری یا مجازی طور سے تھا۔ ایسے صریح بیان کو مریم کے تخیل کا
نتیجہ کہنا ہمارے مولوی صاحبان کی محض خیالی تاویل اور بناوٹ ہے۔ جسکا تذکرہ پیشتر ہو چکا ہے۔

مگر چونکہ ولادت مسیح کے مقدمہ میں مولوی مختار علی صاحب مولوی محمد حسین صاحب کے جواب میں
اس قسم کے انجیلی ثبوت کو یوں ٹالتے ہیں۔ کہ ہر ایک طرح ہمکو یہہ اختیار حاصل ہے کہ کسی کتاب کے ایک اُس
واقعہ کو جو قانون قدرت کے برخلاف ہے اور جس سے ابطال علوم ضروریہ کا لازم آتا ہے۔ فوراً باطل
قرار دیں۔ لیکن اس سے اَور واقعات مندرجہ تاریخ مذکور کو بھی جنکا خلاف ہم کسیطرح ثابت نہیں کرسکتے نامعتبر
ٹھہرانا سراسر جہالت ہے۔ وغیرہ۔

ہم کہتے ہیں کہ آپکا یہہ کہنا اُس حالت میں زیب دیتا اگر حجت نقلی نہ کرتے۔ کیا جبکہ حجت نقلی ہے
تو آپکو یہہ اختیار بالکل حاصل نہیں ہو سکتا۔ الا فقط اُسی حالت میں جب نقل پر عقلی اعتراض کرنیکا شوق ہو۔ پھر
جب آپ کہتے ہیں کہ انجیل کے مقدم دعاوی میں یوسف کو مسیح کا باپ کہا ہے۔ اسلئے وہ یوسف کے تخم سے ہے۔ تو ہمکو
یہہ اختیار ہے کہ اُسی انجیل سے دکھاویں کہ یوسف تو اُسکا مجازی باپ کہا ہے۔ اور حواریوں کا یہہ مطلب نہیں کہ وہ

یوسف کے تخم سے تھا کیونکہ وہ اسکو یوسف کا تخم ہونے سے خارج کرتے ہیں۔ یہہ بات بالکل بے قاعدہ اور آپ کا
بے تحکم ہے کہ آپ تو انجیل سے اپنے مطلب کے لئے دلیل لاؤ اور ہمیں کہدو کہ تم ایسا مت کرو۔ تمہارا حق نہیں کہ تم
بھی انجیل سے دلیل پیش کرو تمہارا ایسا کرنا باطل ہے۔ اگر آپ کو یہہ خوف تھا تو نقلی بحث میں ہاتھ نہ ڈالتے۔

دوسری دلیل سید صاحب کی یوں تحریر کی ہے کہ ابتدا میں مسیح کے بغیر باپ پیدا ہونیکا کسیکو بھی
خیال نہ تھا۔ حتیٰ کہ حواریوں کو بھی اسکی اطلاع نہ تھی۔ اور بحوالہ پادری رچارڈ واٹسن صاحب لکھا ہے۔
کہ یہہ عام یقین تھا کہ حضرت عیسے یوسف کے بیٹے ہیں اور انکا معجزے کے طور سے پیدا ہونا مشہور نہیں کیا گیا
تھا۔ بلکہ یوسف اور مریم کے دونوں ہی مخفی تھا۔ اگر یہہ بات مشہور ہوجاتی تو لوگ اکثر حضرت مریم کو تنگ کرتے۔
لوقا کے اس فقرے سے کہ وہ یوسف کا بیٹا خیال کیا جاتا تھا۔ یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد عروج مسیح یہہ امر
معلوم ہوا۔ اور بغیر کسی شبہ کے مان لیا گیا۔ اسی وجہ سے یہہ بات تھی اور لوقا نے انجیل میں داخل کی ہے

اسکی تائید میں سید ممتاز علی صاحب بجواب مولوی محمد حسین صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اگر مولوی صاحب
کسی آیت سے یہہ ثابت کردکھاتے کہ واقعہ صلیب سے پہلے بھی لوگ اور حواری انکو بے باپ پیدا ہونا مانتے تھے
تو انکا معارضہ ٹھیک ہوتا لیکن مولوی صاحب نے کوئی ثبوت ایسا نہیں دیا جس سے معلوم ہو کہ قبل از واقعہ
عروج مسیح کی پیدائش بطور اعجاز سمجھی جاتی تھی مگر واقعہ عروج کے بعد یہہ بات (نہ معلوم اسکی اصل اور منشاء
غلطی کیا تھا) مشہور ہوئی کہ حضرت مسیح خلاف عادت پیدا ہوئے تھے۔

اب اس سے پیشتر کہ سید صاحب کی دلیل کا صحیح جواب دیا جاوے اسبات کا اظہار کیا جاتا ہے
کہ اگر آپ دونوں صاحب اس بات پر قائم ہوویں تو معلوم ہو کہ بواسطے مسیح کی معجزانہ پیدائش کے جس کا
خیال بموجب آپ کے قول کے کسی کو نہ تھا اور نہ کوئی آیت اسکی شہرت کے ثبوت میں پیش ہوسکتی ہے اسلئے یہہ
بات عروج مسیح سے بعد کی بناوٹ ہے۔ یا کسی غلطی پر مبنی ہے) مسیح کے دیگر معجزات اور تعلیم لاکلام واقعی حقیقتیں
ہیں جنکی شہرت تمام سیریا میں پہیلی۔ اور جنکے سبب بہت بڑی بڑی بہیڑ گلیل اور دکاپولس اور یروسلم اور
یہودیہ اور یردن کے پار سے اسکے پیچھے ہولی۔ اور جنکو دیکھ کر لوگ سب خاص و عام حیران تھے۔ اور

بہتیرے اُس پر ایمان لائے تھے اور جنکے حواری بھی آنکھہ دیکھے گواہ تھے۔ اور جنکو اُنہوں نے قلم بند کیا تھے یہہ باتیں ایسی نہیں کہ جنکو عروج کے بعد کی بناوٹ یا افسانہ کہا جا سکے۔

اور پھر معجزانہ پیدائش کی نسبت بے شک انجیل سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اول سوائے مریم اور یوسف کے اوروں پر یہہ امر پوشیدہ تھا۔ اور ہم یہہ بات بھی مان لیتے ہیں۔ کہ اگر مریم یا یوسف اس بات کو مشہور کرتے تو لوگ اکثر مریم کو تنگ کرتے۔ کیونکہ عام خیال ایسی پیدائش سے خلاف تھا۔ اور یہہ خلاف عادت پیدائش کی امید کیجاتی تھی۔ اور جب مریم اور یوسف کو یہہ خوف تھا اور دوسری طرف لوگوں کے خیال اور طرح کے تھے تو ایسے خیالوں کے سبب وہ بیت اللحم کے دفتر میں یوسف کا بیٹا لکھا گیا۔ جس خیال کا لوقا ذکر کرتا ہے جب اُسنے دفتر دکھا تا کہ مسیح کا نسب نامہ لکھے۔ اور اپنی طرف سے یہہ بڑھایا کہ جیسا خیال کیا تھا۔ اور پھر اُس نسب نامہ کو پیش کرتا ہے۔ اور لوقا کے اس فقرے سے وہ نتیجہ نہیں نکلتا جو آپ بتلاتے کیونکہ لوقا کا وہ فقرہ اُس نسب نامہ سے متعلق ہے۔

یاد رہے کہ اگر آپ لوگوں کے خیال سے سمجھتے ہیں۔ کہ مسیح یوسف کے تخم سے تھا۔ تو ہم لوگوں ایسے خیال یا گواہی کو اس لحاظ سے ردّی سمجھتے ہیں۔ کہ اُس امر میں محض انسانی گواہی کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہ اُس حمل کے آنکھہ دیکھے گواہ نہ تھے۔ اور نہ ہو سکتے تھے۔ اُن لوگوں کی اور آپ کی گواہی کا زور اس امر میں برابر اور یکساں ہے۔ کیونکہ دونوں کے علم کی بنا یہ خیال یا تجربہ ہے نہ کہ اُس واقعی حقیقت پر۔

اس لیے لازم ہوا کہ خدا جو اُس فعل کا فاعل تھا خود اُس پر گواہی دیوے اور اُسے ظاہر کرے اگرچہ عوام اس خیال میں پڑے تھے کہ مسیح یوسف کا بیٹا ہے۔ تاہم خدا نے اپنے لیے بقیہ رکھہ چھوڑا تھا۔ جو اس بات کے برخلاف گواہی دیویں۔ اور اُس میں اول تو یوسف اور مریم تھے۔ جو حواریوں کو عروج مسیح کے پیشتر اُن باتوں کی بابت بتلا سکتے تھے اور پھر الیسبات ہے جسنے اُس حمل کے خلاف عادت ہونے پر اُسی وقت گواہی دی جب مریم اسکے پاس گئی تھی۔ اور الیسبات روح قدس سے بھر گئی اور زور سے

پکار کے کہا کہ تو عورتوں میں مبارک ہے اور تیرے پیٹ کا پھل مبارک ہے۔ میرے لئے یہہ کیونکر ہوا کہ میرے خداوند کی ماں مجھ پاس آئی لوکا باب ۱ آیت ۴۱-۴۴۔ پھر گڈریوں پر یہہ بات خدا کی طرف سے ظاہر ہوئی اور اُنہوں نے جاکے مریم اور یوسف اور اُس لڑکے کو چرنی میں رکھا ہوا پایا۔ اور دیکھکے اُس بات کو جو اُنسے کہی گئی تھی پھیلایا اور سب سننے والوں نے اُن باتوں سے جو گڈریوں نے اُنہیں کہیں تعجب کیا۔ لوکا باب ۲ آیت ۸-۲۰۔ معلوم ہوتا ہے کہ مریم اور یوسف اور گڈریوں میں اُس لڑکے کی بابت گفتگو ہوئی تھی۔ اور جو کچھ گڈریوں نے دیکھا اور سنا تھا وہ اُنسے بیان کیا اور جو کچھ اُنپر واقع ہوا تھا۔ اُنہوں نے گڈریوں سے بیان کیا آیت ۱۹-۲۰۔ پھر [illegible] پر جو کچھ گزرا وہ بھی یاد کرو اور پھر ہیکل میں جانا اور شمعون کا کہنا ہے۔ جبکہ روح قدس نے مسیح کی خبر دی اور جو روح کے بتانے سے ہیکل میں آیا اور اُس لڑکے کو اپنے ہاتھوں پر اُٹھا لیا۔ اور اُسکی آمد کا مقصد بیان کرکے اُسکی ماں مریم کو کہا دیکھہ وغیرہ۔ لوکا باب ۲ آیت ۳۴-۳۵ شمعون کا اس طور سے آگاہ ہوکر فقط مریم کو مخاطب کرکے وہ باتیں کہنا صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ یوسف کو اُن باتوں سے کچھ سروکار نہ تھا۔ اس امر سے یہہ بھی ظاہر ہے کہ چند اشخاص سوائے مریم اور یوسف کے اور [illegible] کو مسیح کی معجزانہ پیدایش کا علم و خیال ہو گیا تھا۔

پھر مسیح کے پیشرو یوحنا بپتسمہ دینے والے کو بھی اسبات کا علم تھا اور ممکن ہے کہ اُسنے اپنی ماں الیسبات سے مسیح کی معجزانہ پیدایش کی بابت سنا تھا۔ مگر خدا نے اسے اُسکی شہادت کا محتاج نہ رکھا لیکن خود بھی اُسکو مسیح کی بابت مطلع کیا۔ چنانچہ وہ خود کہتا ہے کہ میں نے دیکھا اور گواہی دی کہ یہی خدا کا بیٹا ہے۔ (دیکھو مقابلہ لوکا ۱: ۲۵ اور یوحنا ۱: ۳۴) اور معلوم ہو کہ مسیح کے اکثر شاگرد پہلے یوحنا کے شاگرد تھے۔ اور اس حال میں مسیح کی بابت یوحنا کی گواہی اُنکے لئے سند تھی۔

علاوہ بریں خود مسیح کا لوگوں اور شاگردوں کو طرح بطرح سمجھانا آپ کے قول کے برخلاف دلیل ہے۔

دیکھو یسوع نے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں کہ میں جو ابن آدم ہوں کون ہوں....

اُسنے اُنہیں کہا پر تم کیا کہتے ہو کہ میں کون ہوں شمعون پطرس نے جواب میں کہا تو مسیح زندہ خدا کا بیٹا ہے۔ یسوع نے
اُسے کہا کہ ... جسم اور خون نے نہیں بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے تجھ پر یہہ ظاہر کیا (متی باب ۱۶ آیت ۱۳۔
۱۸) پھر ایک اور موقعہ پر جب فریسی جمع تھے یسوع نے اُنسے پوچھا کہ مسیح کے حق میں تمہارا کیا گمان ہے؟ وہ کسکا
بیٹا ہے؟ وے بولے داؤد کا۔ اُسنے اُنسے کہا پھر داؤد روح کے بتانے سے کیونکر اُسے خداوند کہتا ہے وغیرہ۔
پس جب داؤد اُسکو خداوند کہتا ہے تو وہ اُسکا بیٹا کیونکر ہوا؟ متی باب ۲۲ آیت ۴۱ وغیرہ۔ اب ان دونوں
مقاموں سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کی انسانی سرشت کی نسبت سوال تھے۔ اور پہلے جواب کو مسیح صحیح کہتا ہے
اور دوسرے میں اُسکو داؤد کا بیٹا اور اُسکا خداوند دونوں ٹھہرایا ہے اور لوگوں کے مروجہ خیال کو رد کیا ہے۔
یاں یہہ خیال رہے کہ حواری آسمانی آواز بھی سُن چکے تھے۔ اور یہہ سب مذکورہ شہرت اور ثبوت ہے جسنے عروج
مسیح سے پہلے حواریونکو اس بات کا یقین دلایا تھا اور اُنہوں نے بموجب اُسکے یہہ باتیں درج کیں نہ کہ کسی سے سنکر
یوں ہی مان لیا۔ جو واقع میں پہلے نہ تھا پس ایسے لوگوں کے ذریعہ سے جنکو مسیح کی نسبت اس طرح سے ثبوت
ملے تھے تشہیر کیا جانا زیادہ تر قوی ہے۔ بہ نسبت اُن گواہوں کے جو اُسکو یوسف کا بیٹا تصور کرتے تھے پس
ثابت ہوا کہ عروج سے پہلے حواریوں کو یہہ باتیں معلوم تھیں۔ اور معلوم اور اُنپر ثابت ہو چکی تھیں۔

پھر دیکھیے آپنے یہہ تو کہدیا کہ یہہ بات عروج مسیح کے بعد مشہور ہوئی۔ مگر یہہ نہ بتلا سکے کہ کس منشا
غلطی پر مبنی ہوئی۔ فقط یہی بات آپکی تحریر کو وہمی ٹھہراتی ہے۔ سو معلوم ہو کہ اس بات کا عروج مسیح کے بعد
ایجاد ہونا ایک ناممکن امر تھا۔ اگر یہہ بات پہلے کسی کو معلوم نہ تھی تو کہ اُسکا کسیوقت کچھ بھی چرچا نہ ہوا تھا تو
حواری مسیح کے کنواری سے بے باپ پیدا ہونیکا قصہ مطلق ایجاد نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ یہودیوں کے درمیان یہہ بات
خیالی صورت تک بھی نہیں پا سکتی تھی۔ اُن میں بن بیاہا رہنا نفرت انگیز تھا اور منکوحہ زندگانی کا بڑا لحاظ کیا
جاتا تھا اور اس حالت میں بکارت یا بیوہ پن میں اولاد کا ہونا بڑا ہی [illegible] تھا۔ علاوہ اُسکے اُنکا یہہ گمان
تھا کہ مسیح ایک معمولی شخص ہوگا اور اُسکی پیدائش میں فوق العادت باتونکا بالکل خیال نہ کرتے تھے پس جبکہ
وہ قوم ایسے خیال رکھتی تھی۔ تو اُن میں ایسی باتیں ایجاد ہونی قیاس سے بعید ہے جیسی انجیل میں اُسکی پیدائش کے

حواریوں کو سکھایا تھا۔ جو اُسکی ذات کا مظہر ہے۔ پس ظاہر ہے کہ حواریوں کے اس علم کی بنا مسیح اور کتب انبیا پر ہے نہ کہ یونانی فیلسوفوں پر۔

پھر یہہ بھی کچھ بات نہیں کہ یونانی زبان میں لکھنے کے سبب حواریوں نے وہی طریقہ اظہار خیالات کا اختیار کیا ہوگا جو یونانیوں کے مناسب تھا۔ حواری ایسی مناسبت کا لحاظ نہ کرتے تھے۔ اُنکے خیالات اِس امر میں قایم ہو چکے تھے پیشتر اس سے کہ اُنہوں نے یونانی زبان کو وسیلہ اظہار اُن خیالات اور واقعات کا بنایا اور اُنہوں نے نہ صرف یونانیوں بلکہ یہودیوں کے لیے بھی لکھا تھا۔ اسلئے اگر مصنف نے یونانیوں کی تقلید مناسب سمجھی تو دوسرے کو یہودیونکے خیال کے مناسب کرنا پڑا ہوگا اور یوں اُنمیں اختلاف واقع ہوتا۔ لیکن ایسا تو نہیں ہے وہ حواری سبھی ایک ہی بات بیان کرتے ہیں۔ خواہ یہودیوں کو لکھتے ہیں خواہ یونانیوں کو۔ وہ اپنی پاس والی حقیقتوں کو یونانی میں بیان کرتے ہیں۔ دیکھیے صاحب آپ کسطرح اُن حقیقتوں کو اپنے مطلب کے لئے کبھی انجیل ہی سے اور کبھی یونانیوں کے خیال سے تاویلیں نکال رہے ہو۔ اگر آپ یا کوئی اور اس حقیقت کی مثال جسکو حواری خدا کا بیٹا کہتے ہیں یونانیوں میں دکھا دیں تو آپ اُس مناسبت سے جو بلحاظ یونانی زبان میں لکھنے کے تصور کی جاتی ہے بڑھکر ثابت کر لینگے۔ قیاس ہی سے کام نہ چلائیے۔ اور تحقیق یوں ہے کہ حواری اپنے اعلے خیالوں کو یونانی میں بیان کرتے ہیں یا کہ یونانی کو اپنے خیالوں کے موافق کیا ہے۔ ہاں یونانی الفاظ تھیے آس (θεος) اور ہوئی آس (υιος) کا استعمال کیا مگر خیال اپنا بیان کیا ہے۔ نہ کہ یونانی خیال کو اپنا خیال بنالیا ہے۔ پس یہہ غلط بات ہے کہ حواریوں نے مسیح کو اس بزرگ لقب سے ملقب کرنا یونانیوں کے خیالات سے سیکھا تھا۔ کیونکہ اُنہوں نے یونانیوں کو اپنے خیالات اور واقعات سکھائے تھے۔

دفعہ ۴۔ حضرت مریم کی منگنی اور نکاح ایک ہی بات تھی اور حالت منگنی میں باہم مباشرت جائز تھی۔

سید صاحب کی سیاہ بختی پر ذیل کے سند احوالے دیئے ہیں۔ دیکھو صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۳ و ۱۴۲ و ۱۴۳۔

مولوی ممتاز علی صاحب لکھتے ہیں کہ بڑا ضروری اور مقدم مطلب حصہ بحث ولادت مسیح کا وہ ہے جس میں تمام صداقت کی منگنی و نکاح پر بحث ہے۔ سید صاحب نے حضرت مریم کی نسبت منگنی و نکاح کے باب میں اور جن رسوم اور جن اصول پر وہ نسبت یا نکاح کیا تھا مفصلہ ذیل تقریر تفسیر قرآن میں تحریر فرمائی ہے۔

اس بات کو ہماری حضرت تحفے کے اور تمام عیسائی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت مریم کا خطبہ یوسف سے ہوا تھا یہودیوں کے ہاں خطبہ کا جو دستور تھا جیسا کہ جیوش انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے۔ کہ شوہر و زوجہ میں اقرار ہو جاتا تھا۔ کہ اتنی میعاد کے بعد شادی کرینگے۔ یہ اقرار گواہوں کی موجودگی میں ہوتا تھا۔ صرف زوجہ کا گھر میں لانا باقی رہ جاتا تھا جو میعاد مقررہ پر ہوتا تھا جیسے کہ مسلمانوں میں شرعی نکاح کے بعد زوجہ فی الفور گھر میں نہیں لائی جاتی۔ یہودیوں کے ہاں اس رسم کے ادا ہونیکے بعد مرد و عورت باہم شوہر اور زوجہ ہو جاتے تھے (اس بات پر ہمارا بھی اتفاق ہے) اور کوئی ایسی رسم جس پر جواز تزوج منحصر ہو عمل میں نہیں آتی تھی۔ یہاں تک کہ اگر بعد اس رسم کے اور قبل رخصت کرنے کے ان دونوں سے اولاد پیدا ہو تو وہ اولاد جائز تصور ہوتی تھی۔ (اس بات سے ہمیں انکار ہے)

پھر مولوی ممتاز علی صاحب بھی جیوش انسائیکلوپیڈیا سے بتشریح لفظ میرج (شادی) طریقہ نسبت و نکاح کا قبل از زمانہ مسیح یوں ذکر کرتے ہیں۔ کہ جب لڑکی کو پسند کر چکتے تھے۔ اور لڑکی یا لڑکی کا باپ رضامند ہو جاتے تھے۔ اور حق نکاح یا اور کسی قسم کی خدمت ادا کر دیجاتی تھی اور شیرینی وغیرہ تقسیم ہو چکتی تھی تو دولہا دولہن کو اُسکے باپ کے گھر سے فی الفور اپنے گھر لیجانیکا مجاز تھا اور دولہن کا اس طور سے بلا کسی مقررہ رسم کے اپنے گھر لیجانا اور مباشرت کرنا ہی نکاح تھا۔" (یہ بات سید صاحب کی تقریر کے برخلاف ہے۔ اور ہمارا بھی اس پر اتفاق نہیں۔ کیونکہ گھر لے جانا نہ صرف بعد مقرری میعاد کے ہو سکتا تھا بلکہ اُسکی رسم بھی تھی)

"شریعت موسوی نے کوئی تبدیلی ان قوانین میں نہیں کی۔ جونہی فریقین ایکدوسرے کو پسند کر چکتے تھے اور حق مہر ادا ہو جاتا تھا۔ یا کوئی خدمت مطلوبہ کر دیجاتی تھی۔ لڑکی اپنے خاوند کی منسوبہ خیال کیجاتی تھی۔ اور خاص اُسکی ہو جاتی تھی حقیقت میں از روئے شریعت وہ منکوحہ سمجھی جاتی تھی۔ وہ اپنے خاوند مجوزہ سے بلا طلاق علیحدہ نہ ہو سکتی تھی۔ اور سب قوانین جو منکوحہ کے متعلق ہوتے ہیں اُس سے متعلق ہوتے تھے" (باوجود اسکے عورت مرد کے گھر میں نہ آجاتی تھی اگرچہ میعاد مقرری اسکے [illegible] کی کوئی [illegible] جو حق مہر ادا کرنیکی دینت یا اور خدمت لینے کے وقت کیا جاتا تھا اُس مضبوط رشتہ کے تحقق کرنیکے واسطے کافی تھا۔ (شریعت کو درمیان لانا بیجا ہے [illegible] ان قوانین میں نہ کوئی تبدیلی کی اور نہ نکاح کی کوئی رسم مقرر کی)

انسائیکلوپیڈیا کے اِن حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ موسیٰ نے منگنی اور نکاح میں کسی قسم کا فرق نہیں رکھا (شریعت سے یہہ بات ثابت کرتی ہے) اور نہ کوئی علیحدہ رسوم واسطے تکمیل نکاح کے مقرر کی تھی اور بعد منگنی مباشرت جائز ہوجاتی تھی پس یہہ توثیت یہودی شریعت کا اصل اصول ہے (کیونکر شریعت کا اصل اصول ہے جبکہ شریعت نے کوئی رسم مقرر ہی نہیں کی) دستورات ملک کا اسکے مخالف ہونا اور منگنی کے بعد مباشرت کرنیکو زجر و تنبیہ کرنا لیکن حقیقت میں اس فعل کا شرعاً جائز ہونا ویسا ہی ہے جیسا کہ ہندوستان میں نکاح بیوگان کا حال ہے جو عین شریعت کے مطابق ہے لیکن باعث بے آبروئی ہے (شرعاً وہ فعل مباشرت کیونکر جائز ہے جبکہ شریعت کوئی رسم یا قید مقرر نہیں کرتی۔ اپنے ہی لکھے کو یاد رکھا چاہیئے)

صفحہ ۴۴ میں لکھتے ہیں کہ کیتو صاحب کی سائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ منگنی کے شرعاً جائز ہونیکے لئے ضرور تھا کہ طرق ثلٰثہ میں سے ایک پر عمل کیا جاوے۔ (۱) مال یا مالی چیز حق منگنی لڑکی یا (اگر وہ نابالغ ہو) اسکے باپ کو دیا جاتا۔ (۲) خط یا معاہدہ تحریری لڑکی یا اسکے باپ کو مرد دیتا۔ (۳) مباشرت جبکہ مرد اور عورت دو گواہوں کے سامنے نسبت کا کلمہ کہکر خلوت میں چلے جاتے تھے۔ مگر وہ معیوب گنا جاتا تھا اور مرد و عورت کو زجر و تنبیہ کی جاتی تھی۔

اول واضح ہو کہ منگنی کے شرعاً جائز یا پختہ ہونیکے لئے مباشرت کوئی مقرری شرط نہ تھی۔ اسکو ایک طریقہ منگنی کا ٹھہرانا غلط بات ہے کیونکہ یہہ ایسی بات تھی جس سے مرد اور عورت کو بلا کسی مہر اور میعاد کے فوراً شوہر و جورو ہوکر اکٹھے رہنا ضروری ہوجاتا تھا۔ مہر اور میعاد جورو لوں کی منگنی کے تعلقات تھے۔ مگر اس مباشرت کا نتیجہ وہ ہوتا جسکو جمہوری نکاح قرار دیتے تھے یہہ [illegible] یا دو رواج کی کوئی مقرری رسم نکاح نہ تھی۔ لیکن جب کوئی آدمی کسی عورت دکنواری سے مباشرت کر بیٹھتا تھا۔ اور مروجہ مقرری رسم منگنی کا لحاظ نہ کرتا تو ان دونوں کی یہہ حرکت خود ہی انکے شوہر و جورو ہوکر رہنے کا موجب قرار دیجاتی تھی۔ اور یہہ بات وہ لوگ کر بیٹھتے تھے جو ہمارے ملک کے چوہڑوں کی [illegible] جو بداخلاق [illegible] قابل زجر و تنبیہ گردانی جاتی تھی [illegible] مقرری رسم منگنی اور نکاح کی نہ تھی بلکہ بداخلاق لوگ اخلاق کا لحاظ نہ کرکے ایسا کر لیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب [illegible] حرکت [illegible] بھی [illegible] یہہ تینوں باتیں مذکور ہوئی ہیں۔ یعنی زر اور معاہدہ اور مباشرت۔

(۱) ایک رقم نقدی یا اسکے برابر مالیت کی کچھہ چیز گواہوں کے روبرو دینے سے جسکے ساتھہ ہی منگنی کا باہم اظہار ہوتا تھا (۲) طریقہ بجائے زبانی کے تحریری معاہدہ سے خواہ رقم زر کے ساتھہ ہو خواہ بغیر اسکے۔ اور تیسرا طریقہ نکاح اگرچہ شرعًا جائز یا پختہ تھا تاہم قوانین اخلاق کے برخلاف ہونیکے سبب نہایت سختی سے روکا یا ڈانٹا جاتا تھا۔ یعنے اِس مباشرت کی سزا زناوالی سزا نہتی۔ لیکن یہہ مباشرت دونوں کو جبرًا یا بلا عذر شوہر و جورو قرار دیتی تھی۔ اور وہ نکاح جو اسطرح ہوتا شریعت اسکو جائز ٹھہراتی تھی۔ یہہ بدرضی منگنی کی جگہہ سمجھی جاتی تھی۔ جسکا نتیجہ سوائے اسکے اور کچھہ نہیں ہوسکتا تھا کہ مرد اُس عورت کو ضرور گھر رکھے۔ پس دیکھو توریت کی شریعت کیا کہتی ہے (استثنا باب ۲۲۔ آیت ۲۸ و ۲۹) اگر کوئی باکرہ لڑکی کو پاوے جو کسی کی منگیتر نہو اور اُسے پکڑ کے اُس سے ہم بستر ہو اور وے پکڑے جاویں۔ تو وہ مرد جو اُس کے ساتھہ ہم بستر ہوا لڑکی کے باپ کو پچاس شقال روپا دے اور اُسے اپنی جورو کرے۔ کیونکہ اُسنے اُسے رسوا کیا اور اُسے تا دم زیست طلاق نہ دیوے پس دیکھو اس مباشرت کو شریعت ہی موجب ٹھہراتی ہے۔ اور پچاس شقال روپا اُسکی سزا ٹھہراتی ہے۔ اور اُس مباشرت کے سبب وہ عورت اُس مرد کے پلے پڑ جاتی ہے اور یہہ کہ مباشرت منگنی کی شرط نہتی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جو کوئی باکرہ لڑکی کو پاوے جو کسیکی منگیتر نہو اور اُس سے ہم بستر ہووے اور نیز اسبات سے کہ اس حالت میں مرد اُسے طلاق نہیں دیسکتا تھا۔ حالانکہ منگنی کی حالت میں طلاق ہوسکتا تھا پس تعلقہ مباشرت کی یہہ صحیح کیفیت ہے اور آپکا مطلبی نتیجہ درست نہیں ہے ÷ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اُس مصنف کا مطلب نہیں سمجھے۔

دوم قبل از زمانہ موسے اور بعد از زمانہ موسے بھی منگنی اور نکاح میں فرق ثابت ہے۔ چنانچہ قبل از زمانہ

حاشیہ ÷ اور یہی باعث ہے کہ جیسا مذکور ہوا یہہ مباشرت بلا لحاظ دوسرے طریقوں کے بجائے خود نکاح کو حاصل کرتی تھی اور جو لوگ عموما دوسرے دو طریق منگنی کے برتتے تھے وہ اس طریق کے روادار نہ تھے اور یہہ نہیں کہ ہر منگنی میں یہہ تینوں طریقے عمل میں آتے یا لائے جاتے تھے مگر جہاں مباشرت ہوجاتی تھی [illegible] حاجت نہ دوسری تھی [illegible] شرعًا جائز ہونے کے لئے ضرور تھا کہ طرق مذکورہ میں سے ایک پر عمل کیا جاوے۔ اور نیز جو لوگ اُسے معیوب [illegible] سمجھتے تھے وہ اُسپر عمل نکرتے تھے۔ اور یوسف اور مریم کا اُس طریق سے دوری ہونا مصرح ہے۔ منہ

ہوئے یہہ دستور تھا کہ جب اضحاق کی شادی کا بندوبست ہونے لگا تو بندوبست ابراہیم کے خادم کے ذریعہ سے کیا گیا۔ اگر منگنی کے بعد مباشرت ضروری شرط ہوتی تو اضحاق کو خود ہی جانا پڑتا۔ ربکاہ کے رشتہ داروں کی طرف سے اقرار ہو گیا (پیدائش ۲۴: ۵۱) اور لڑکی کو دے دیا گیا اور اسکی ماں اور بھائیکو نذریں (آیت ۵۳) ان رسوم سے وہ اضحاق کی منگیتر جورو ہو چکی۔ مباشرت کا ذکر نہیں اور نہ طرفین میں سے کوئی منگنی کو جائز کرنے کے لئے اسباب کو طلب کرتا ہے۔ مگر اس منگنی کے بعد لڑکی کی ماں اور بھائی نے کہا کہ اُسے چند روز ہمارے پاس رہنے دے بعد اسکے وہ جائیگی۔ یہاں سے ظاہر ہے کہ منگنی کے بعد شوہر کے گھر جانے تک کچھ درمیانی عرصہ ہوتا تھا جسکے مطابق رشتہ دار طلب کرتے ہیں۔ دیکھو وہ منگنی بغیر مباشرت کے ہو گئی اور ہنوز لڑکی اپنے والدین کے گھر میں ہے۔ اور پھر آخری رسم کے بعد (آیت ۶۰) وہ اپنے شوہر کے گھر چلی گئی۔ اور اضحاق اُسے اپنی ماں سراہ کے خیمہ میں لایا اور ربقاہ کو لیا اور وہ اسکی جورو ہوئی (۶۷) یہاں سے ظاہر ہے کہ عورت کو گھر لانا یا اُسے لینا یہودیوں کا نکاح ہوا کرتا تھا۔ اور عبرانی میں لفظ لینا یا جورو لینا کے سوا نکاح کے لئے اور کوئی لفظ نہیں ہے۔ پھر بعد از زمانہ موسٰے بھی منگنی اور نکاح کا یہی حال ہے۔ شریعت اُس مروجہ رسم کو قبول کرتی ہے اور منگنی اور نکاح کے فرق کو مانتی ہے۔ اور مطابق اُسکے ذکر و فیصلہ کرتی ہے۔ چنانچہ یہہ بات استثنا، باب ۲۰۔ آیت ۷ سے ظاہر ہے۔ اور نیز القضات باب ۱۴۔ آیت ۸ سے مُصرح ہے۔ کہ سمسون اپنی منگیتر کو منگنی کے بعد فوراً نہیں مگر کچھ مدت بعد اپنے گھر لایا تھا۔ اور پھر استثنا باب ۲۲۔ آیت ۲۲-۲۹ میں تین قسم کی عورتوں کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اول وہ عورت جو کسی کی منکوحہ ہو (۲۲) اس میں منکوحہ عورت کو کنواری نہیں کہا ہے۔ مگر وہ شوہر کے گھر معلوم ہوتی ہے۔ پھر وہ جو کنواری اور منگیتر ہو (آیت ۲۳ و ۲۵) اس میں منگیتر کو کنواری کہا ہے اور ایسا نہ کہا جاتا اگر وہ اپنے شوہر کے گھر ہوتی اور یا کہ منگنی کے بعد مباشرت اس سبب سے ہو جاتی تھی کہ منگنی کو رشتہً جائز کرے علاوہ اسکے اُس مقام سے ظاہر ہے کہ وہ کنواری منگیتر ہنوز اپنے والدین کے گھر ہوتی تھی تیسری وہ لڑکی جو کنواری ہے اور منگیتر نہیں (آیت ۲۸) شریعت نے ان تین قسم کی عورتوں کی نسبت قانون مقرر کئے ہیں جو مقامات مذکورہ سے معلوم ہو سکتے ہیں پس منگنی اور نکاح میں فرق مُصرح ہے۔

دوم۔ یہودیوں کی رسم منگنی میں مرد اور عورت کے شوہر و زوجہ ہو کر رہنے کے عہد و پیمان پختہ اور پورے

ہو جاتے تھے۔ اور پھر دہرائے نہ جاتے تھے۔ اور اسلئے مرد عورت کو بلا طلاق نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اور لڑکی اجرت کی گناہ میں اُس آئندہ خصم کی جورو سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ استثنا ۲۲ باب۔ آیت ۲۳ و ۲۴ میں کنواری منگیتر کو جورو بھی کہا ہے۔ مگر اُس سے وہ بات باقی رہتی تھی جو عورت کو فی الواقعی مرد کے تصرف میں کرے اور مباشرت کا موقع دیوے یعنی بعد کچھ میعاد کے گھر لانا باقی رہ جاتا تھا۔ سید صاحب نے بھی اسبات کو مانا ہے جیسا ہم نے انکی تقریر میں منقول ہوا کہ شوہر و زوجہ میں اقرار ہو جاتا تھا کہ اس قدر میعاد کے بعد شادی کرینگے۔ و ممتاز علی صاحب بھی اس امر باقی کو مان چکے ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۲۰ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ کہ عہد و پیمان کہ مرد عورت کو کہتا تھا۔ کہ یہہ چاندی کا ٹکڑا اس امر کی کفایت میں قبول کر کہ اتنے دنوں کے بعد تو میری زوجہ ہو جاویگی۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ ہمارے ملک کے نکاح کے وقت کے اقرار یہود میں منگنی کے وقت ہو جاتے تھے۔ مگر جب تک میعاد مقررہ شدہ گذر نجاتے اس منگنی کی تکمیل اُس بات سے جسکو یہودی نکاح کہتے تھے نہ کیجاتی تھی۔

چہارم۔ برخلاف قول آپکے یوسف اور مریم کی منگنی کا مثل منگنی مذکورہ بالا کے ہونا ثابت ہے جس میں منگنی کو شرعاً جائز کرنیکے لئے مباشرت شرط نہ تھی۔ چنانچہ لوقا باب ۱ آیت ۲۶ و ۲۷ سے ظاہر ہے کہ منگنی کے بعد مریم فوراً یوسف کے گھر نہ گئی تھی لیکن اپنے والدین اور رشتہ داروں کے گھر تھی۔ جب وہ حاملہ ہوئی۔ پر اگر یوسف نے منگنی کے بعد مباشرت کی ہوتی تو اُسکے نتیجہ پر مشکل نہ ہوتا۔ مگر وہ تو مریم کو بموجب استثنا باب ۲۲ آیت ۲۳ و ۲۴ کے مجرم پاتا ہے۔ اور بموجب باب ۲۴ آیت اول کے اُسنے چھوڑ دینے (طلاق دینے) کا ارادہ کرتا ہے۔ پس آپ کے دعویٰ مباشرت کی نہ تو حدیث ثابت ہے بلکہ اُسکا وہ حال ہے جو ہمنے اول بیان کیا۔ اور نہ یوسف اور مریم کی منگنی کی حقیقت اس مثال پر ہے اور یہہ دونوں باتیں آپ ابتک ثابت کریں اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپ [illegible] سے ہوا۔ کیونکہ برخلاف اس خیال کے مسیح کا یوسف کے تخم سے نہ ہونا متحقق ہے۔

پنجم۔ آپ کی تقریر کا بڑا مغالطہ اور اصلی قباحت یہ [illegible] ہے۔ چنانچہ جس حال کہ شریعت نے منگنی اور نکاح کی کوئی رسم مقرر نہیں کی اور نہ مروجہ رسوم میں کوئی تبدیلی کی اور نہ مرد اور اُسکی منسوبہ میں مباشرت کے جواز یا عدم جواز کا کچھ ذکر کیا ہے بلکہ مروجہ رسوم کی پیروی کو [illegible] مباشرت کو بسبب [illegible] وقتی [illegible]

تو ظاہراً شریعت اس بات کو بھی مانتی ہے۔ یعنے مباشرت کا شرعاً بھی یہی حال ہونا چاہیئے۔ نہ جیسا آپ فرماتے ہیں۔ اسلئے صفحہ ۵۰ میں آپ کا اپنے قول کی تائید میں کہنا کہ اگر مباشرت حالت نسبت میں شریعت یہود میں ناجائز ہوتی تو وہ زنا متصور ہوتی اور اسلئے اسکے لئے شرعی سزا تجویز ہوتی فضول ہے۔ کیونکہ شرعی سزا تجویز ہوتی جس حال کہ شریعت منگنی کی کوئی رسم تجویز نہیں کرتی۔ بلکہ مروجہ رسوم کو مان لیتی ہے اور وہ مروجہ رسوم مباشرت کو معیوب ٹھہراتے تھے۔ چونکہ دستورات ملک مباشرت کو معیوب ٹھہراتے تھے تو شریعت جیسے انکے دیگر رسوم کو مان لیا یا انکو قائم رہنے دیا مگر اس عیب کو ضروری خوبی ٹھہرانا اور اس عیب کو جائز کرنا مطلوب تھا تو اسکا صاف ذکر کرتی کہ مباشرت کو بحالت منگنی میں عیب مت سمجھو اور نہ اسے رد کرو۔ مگر علاوہ اسکے یاد رہے کہ اس مباشرت کا وہ حال ہے جو ہمنے اول بیان کیا اور منگنی کی شہرہ چاہنیں ہے۔

اصل میں آپ کی سب باتوں کا جواب دیا گیا ہے۔ مگر گرِتوُ صاحب کے سائکلوپیڈیا سے بھی آپ کی باتوں کا جانچنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ نے یہہ بحث اُسی کی سند پر کی ہے۔ جیسا آپ بار بار کہتے ہیں۔ سو معلوم ہو کہ جن باتوں کی نسبت آپنے مکرر کرر کلام کیا ہے۔ وہ اُس میں ندارد ہیں۔ مگر جب مولوی محمد حسین صاحب نے کہا کہ سائکلوپیڈیا میں منگنی کو نکاح نہیں کہا اور نہ بعد منگنی کے مباشرت کا جواز بتلایا ہے اور نہ یوسف کا مریم سے ہمبستر ہونا بیان کیا ہے۔ بلکہ ان سب باتوں کا خلاف ہے تو مولوی ممتاز علی صاحب نے ولادت مسیح کے صفحہ ۱۳۰ پر حاشیہ میں یوں لکھا ہے۔ کہ "انکا سبب صرف یہہ ہے کہ بیچارہ مولانا نہ انگریزی جانتے ہیں نہ تاریخ سے وسیع واقفیت حاصل ہے۔ جسکو حاشیہ کہا گیا ہے وہ نہایت بسط اور تفصیل سے کتاب لائف اینڈ ورڈس آف کرائیسٹ میں بذیل حالات یہود موجود ہے مولانا صاحب بغور ملاحظہ فرماویں تو معلوم ہوگا کہ یہہ حاشیہ نہیں متن ہے۔ ممتاز علی صاحب کے اس عذر سے بھی معلوم ہو گیا کہ یہہ باتیں سائکلوپیڈیا کا متن نہیں لیکن کتاب لائف اینڈ ورڈس آف کرائیسٹ کا متن ہیں۔ اس نام کی ایک کتاب کے مصنف ڈاکٹر گیکی صاحب ہیں ✝۔ مگر معلوم ہو کہ جو سائکلوپیڈیا گرِتوُ صاحب کا ہمارے مطالعہ سے گزرا۔

حاشیہ ✝ واضح ہو کہ ڈاکٹر گیکی نامی کسی صاحب کی کتاب لائف اینڈ ورڈس آف کرائیسٹ میں اس امر کی نسبت صرف [illegible] آتی ہے جو ذیل میں لکھی جاتی ہے۔

اس میں یہہ حاشیہ بھی نہیں ہے۔ پس لازم تھا کہ آپ اس کتاب سے سند نہ پکڑتے۔ کہ سائیکلوپیڈیا سے جسکے مولف کو
صاحب ہیں جنہیں متنازعہ فیہ باتیں منظور ہیں۔ پس قبل از زمانہ موسٰے منگنی اور نکاح کا بموجب سائیکلوپیڈیا کے یہہ احوال ہے
کہ قدیم زمانوں میں والدین اپنے لڑکوں کے لئے جوروان پسند کرتے تھے۔ (پیدائش ۲۱: ۲۱۔ ۳۸: ۶۔ استثنا ۲۲: ۱۶)
یا جو شخص کسی خاص مستورہ کو چاہتا تھا اپنے باپ سے کہتا تھا کہ اُسکے باپ سے مانگ دے۔ جیسا سکم کی نسبت ہے۔ (دیکھو
پیشتر ۲: ۲۷۔ پیدائش ۳۴: ۴-۶۔ بمقابلہ القضات ۱۴: ۲-۳) عورت کے بھائیوں کی رضامندی بھی ضروری
معلوم ہوتی ہے۔ (پیدائش ۲۴: ۵-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۴ بمقابلہ ۲۴: ۵۰ اور ۲ سموئیل ۱۳: ۲۰-۲۹) زوجہ یا بیاہنے
والے کی طرف سے مستورہ کے باپ اور بھائیوں کو نذریں دیجاتی تھیں۔ (پیدائش ۳۴: ۱۱-۱۲ بمقابلہ ۱ سموئیل

منگنی رسم کے مطابق خوشیوں کے ساتھ دولہن کے گھر میں سائبان کے نیچے کی جاتی تھی جو اس موقعہ کے لئے کھڑا کیا جاتا تھا۔ اب اُسکو منظور
کرنیکے لئے دولہا دولہن کو ایک چاندی کا ٹکڑا یا انگشتری یا اُسکی مالیت کی چیز [illegible] اور یہہ کہکر دیتا تھا کہ دیکھ میرے ساتھ تیری منگنی ہو گئی
ایک نوشتہ جسمیں ایسے ہی الفاظ اور لڑکی کا نام لکھا جاتا تھا۔ اور یہہ اسیطرح گواہوں کے روبرو دولہن کو دیا جاتا تھا [illegible]
دولہا دیا کرتے تھے اور [illegible] منگنی کی حالت میں [illegible] محافظ کرتے تھے۔ اور اگر دولہن کے بھائی ہوں تو اُنکی رضامندی معلوم [illegible]
قدیم زمانوں میں گواہوں کے سامنے زبانی معاہدہ نکاح [illegible] تھا جو بعض اوقات قسم سے پختہ کئے جاتے تھے۔ لیکن اسیری کے [illegible]
[illegible] قانون ہوگیا۔ اگرچہ منگنی عمل میں نکاح نہیں اور صرف طلاق نامہ سے ٹوٹ سکتی تھی تاہم منگیتر لڑکا اپنے خسر کے گھر [illegible]
جاتی تھی۔ [illegible] کے دیکھ کا کام [illegible] اور [illegible] کی خدمت کرنے کے لئے [illegible]
[illegible] جب جبرائیل [illegible] سے جیسا [illegible]
ناصرت میں دولہن کے گھر گذرے جاتے تھے۔ [illegible]
حضرت مریم کے پاس فرشتہ کے آنے اور مریم کے الیشبات پاس جانے [illegible] انجیل مقدس [illegible]
[illegible] کی پیدائش [illegible]
[illegible] اگر وہ کتاب [illegible]
[illegible]

۱۸: ۵۳ اور ہوسیع ۳: ۲) یہہ معمولی حالتوں میں عورت کی شریعت کے موافق تیس یا پچاس مثقال ہوتا تھا۔ (خروج ۲۲: ۱۶، ۱۷۔ استثنا ۲۲: ۲۹) اضحاق کی شادی میں منگنی کے وقت قیمتی جواہرات دولہن کو دئے گئے (پیدایش ۲۴: ۵۳) اور اور قیمتی چیزیں اُسکی ماں اور بھائی کو (۵۳) منگنیوں اور نکاحوں کے درمیان ایک رسمی زمانہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے (۵۵) اور نسل کی زیادتی کی برکت دولہن کو اُسکے رشتہ داروں کی طرف سے دی گئی ہے (۶۰) یہی غالباً اُس وقت اور بعد اُسکے کئی زمانوں تک شادی کی رسم تھی (روتھ ۴: ۱۱-۱۲۔ زبور ۴۵: ۱۶-۱۷) لیکن توبیٹ ۷: ۱۵ میں باپ یہہ برکت دینے سے پہلے اپنی بیٹی کا داہنا ہاتھ توبیاس کے ہاتھ پکڑاتا ہے۔ ربی کہتے ہیں کہ یہودیوں میں نکاح کی رسم بوسہ [illegible] (غزل الغزلات ۱: ۲) وغیرہ ہوگی منگنی اور نکاح کی نسبت یہہ کل بیان ہے جو سائیکلوپیڈیا میں پایا جاتا ہے اور ہر ایک پڑہنے والا معلوم کر سکتا ہے کہ نوری صاحب کی باتوں کے برخلاف ہے کہ موافق منگنی اور نکاح کا فرق بتلایا ہے۔ اور ہر دو میں میعاد بھی بیان کی ہے۔ اور مباشرت کو منگنی کی ضروری شرط نہیں بتلایا۔ اُسکا ذکر بھی نہیں کیا ہے

اب ہم ایک اور کتاب سے جو سائیکلوپیڈیا کی نسبت زیادہ تر مستند ہے منگنی اور نکاح کی کیفیت پیش کرتے ہیں اور وہ ڈاکٹر ولیم سمتھ صاحب کی بائبل ڈکشنری ہے (امریکن ایڈیشن)

قبل از زمانہ موسیٰ عورت کے پسند کئے جانے اور منگنی کے عہد و پیمان اور مہر (عبرانی مُہر) اور نذرانہ کا یہ مصنف قریباً ویسا ہی بیان کرتا ہے جیسا کہ مذکورہ سائیکلوپیڈیا میں ہوا ہے۔ اُس میں مباشرت کا منگنی کی شرط ہونا ذکر نہیں اور درحقیقت یہہ بات غلط ہے۔ اور یہہ کہ موجودہ یہودیوں کی رسم خطبہ (عبرانی کتوبہ) کا ذکر نہیں کرتا ہے جو بابل کی اسیری کے بعد رائج ہوا۔ یہودی کتوبہ کی خصوصیت اسبات میں تھی کہ وہ مقرر رقم جو خاوند پر [illegible] رسومات کے موافق تھی لیکن دولہن کی حالت کے موافق تغیر پذیر تھا۔ کہ آیا وہ کنواری ہے یا بیوہ یا مطلقہ یا کوئی اور عورت۔ اور یہہ کہ نکاح کے اختتام پر موقوف ہونے تک جو شوہر کی موت کے سبب ہو یا طلاق کے سبب [illegible] جہاں بھی مباشرت [illegible] کوئی شرط نہیں ہے۔

[illegible] کی مقرر ہوتی ہے۔

بعد اس بیان کے مصنف لکھتا ہے کہ منگنی ضیافت کے ساتھ منائی جاتی تھی۔ منگنی اور نکاح کے درمیان میعاد ہوتی تھی۔ جو مطابق کے زمانہ میں چند روز (پیدائش ۲۴: ۵۵) اور پھر کنواریوں کے لئے پورا ایک برس اور بیواؤں کے لئے ایک ماہ ہوتی تھی۔ اس عرصہ میعاد میں منسوبہ دولہن اپنے رشتوں کے پاس رہتی تھی۔ دولہا سے بات چیت اُن میں اور اُسکے آئندہ شوہر میں ایک رفیق کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ جو اس مطلب کے لئے مقرر ہوتا تھا۔ جسے دولہا کا دوست کہتے تھے (یوحنا ۳: ۲۹) اب وہ حقیقت میں اپنے آئندہ شوہر کی زوجہ سمجھی جاتی تھی۔ کیونکہ یہودی شرع کا منشا تھا کہ منگنی نکاح کے برابر زور رکھتی ہے۔ اسلئے اسکی طرف سے بیوفائی موت کی سزا کے قابل تھی (استثنا ۲۲: ۲۳-۲۴) تو بھی شوہر مجاز تھا کہ اُسے چھوڑ دے (متی ۱: ۱۹) اور طلاق نامہ لکھدے اگر وہ سخت سزا دلوانا نہ چاہے (استثنا ۲۴: ۱) منگیتر عورت منگنی کے بعد اپنی ملکیت کو سوائے بعض حالتوں کے چھوڑ نہیں سکتی تھی۔ غرضکہ شادی کا عہد منگنی سے ایسا پورے طور پر ہو جاتا تھا جیسا ہمارے درمیان نکاح سے ہوتا ہے۔ یہاں سے بھی ظاہر ہے کہ منگنی اور نکاح میں عہد و پیمان کے لحاظ سے کچھ فرق نہ تھا۔ مگر دونوں کے درمیان زمانہ کی تفاوت تھی۔ اور جن معاہدوں سے اس ملک میں نکاح ہوتا ہے وہ یہودیوں کی منگنی میں ہو جاتے تھے اور جس بات کو وہ نکاح جانتے تھے وہ یہاں کے رواج میں بیاہ ہے۔ پھر مصنف نکاح کا ذکر یوں کرتا ہے کہ اسمیں قابل لحاظ بات یہ ہے کہ کوئی خاص دینی رسوم اسکے متعلق نہ تھے۔ البتہ یہ اغلب ہے کہ منگنی کا رسمی استحکام قسم کے ساتھ ہوتا تھا جیسا حزقیل ۱۶: ۸ اور ملاکی ۲: ۱۴ میں نکاح کی طرف بعض اشاروں سے معلوم ہوتا ہے۔ خصوصاً اس فقرے میں کہ اپنے خدا کے عہد کو جسکا گواہ نکاح کے ساتھ ہے اور کہ ایک برکت دیجاتی تھی (پیدائش ۲۴: ۶۰ اور روتھ ۴: ۱۱-۱۲) اور بعض وقت والدین کی طرف سے (طوبیت ۷: ۱۳) مگر رسم نکاح کی ماہیت اصلی بات میں تھی یعنے دولہن کو اپنے باپ کے گھر سے دولہے یا اسکے باپ کے گھر نقل مکان کرنے میں۔

✢ مگر اسکے بعد مصنف نکاح کی دنیاوی کارروائی یعنی جو دولہن کو گھر لانے کے متعلق تھے یوں بیان کرتا ہے کہ دولہا اپنے تئیں اس موقع کے لئے شادی کی پوشاک سے تیار کرتا تھا۔ اور خصوصاً خوبصورت پگڑی

حاشیہ ✢ تحریر مسیحیہ میں بھی یہی بیان پایا جاتا ہے

جسکو (یسعیاہ باب ۶۱ آیت ۱۰) میں زینت کی چیزوں سے بیان کیا ہے۔ اور ایک شادی کے تاج یا سہرے (غزل الغزلات ۳ : ۱۱) دولہن اپنے تئیں شادی کے لئے غسل کرکے طیار کرتی تھی۔ قدیم زمانہ اور حال میں بھی یہہ ایک رسم تھی جو بڑی رسوم و اہتمام سے کیجاتی تھی۔ بائبل میں اُسکا پتا اس قدر تھوڑا ہے کہ عام ملاحظہ میں نہ آیا (مدد حزقیل ۱۶ باب ۹۔ نامہ افسیوں ۵ : ۲۶-۲۷) لیکن یہہ مقام اُسکی قدامت کو ثابت کرتے ہیں اور مقام موخر ۳ : ۳-۳ کا اس دستور کی طرف اشارہ ہے۔ دولہن کی پوشاک کی خصوصیت برقع میں تھی جو نہ صرف چہرے بلکہ سارے جسم کو ڈھانپتا تھا (پیدائش ۲۴ : ۶۵ بمقابلہ ۳۸ : ۱۴ اور ۱۵) اس سے اُسکا شوہر کے مطیع ہونا سمجھا جاتا تھا۔ وہ ایک خاص قسم کا کمربند باندھتی تھی جسے کوئی دولہن نہ بھولتی تھی (یرمیاہ ۲ : ۳۲) اُسکے سر پر سہرا یا تاج رکھا جاتا تھا اور وہ دولہن کو ایک مشخص کرنے والا تھا کہ عبرانی لفظ کلاہ جسکے معنے دولہن اس سے نکلا وغیرہ جبکہ مقرری گھڑی پہنچتی تھی جو کہ اکثر شام کے بعد ہوتی تھی۔ تو دولہا براتیوں کے ساتھ اپنے گھر سے نکلتا تھا۔ (القضات ۱۴ : ۱۱ اور متی ۹ : ۱۵) جنکے آگے آگے بجانے اور گانے والے چلتے تھے (پیدائش ۳۱ : ۲۷۔ یرمیاہ ۷ : ۳۴۔ اور ۱۶ : ۹۔ اول مکابیز ۹ : ۳۹) اور مشعلوں والے اُنکے ہمراہ ہوتے تھے (۲ ایسڈراس ۱۰ : ۲۔ متی ۲۵ : ۷۔ یرمیاہ ۲۵ : ۱۰) دولہن کے گھر پہنچکر جو اپنی سہیلیوں کے ساتھ شوق سے اُسکی انتظاری کرتی تھی۔ وہ ساری برات کو اپنے یا اپنے باپ کے گھر لے جاتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ اس موقع پر منگنی والے قول قرار اور مہر وغیرہ دوہرائے نجاتے تھے۔ مگر صرف دولہن کو گھر لے جانے کا یہہ دستور تھا۔ اور یہی نکاح تھا۔ (دیکھو سمتہ صاحب کی بائبل ڈکشنری لفظ میریج۔ دفعہ ۳)

دفعہ ۵۔ متفرق باتوں کے بیان میں۔

صفحہ ۳۶ میں منگنی اور نکاح جسکے ایک ہی پھیکی یہہ وجہ بیان کی ہے کہ۔ چونکہ نکاح کے وقت [illegible] منگنی ہی عین نکاح تھی [illegible] ولادت مسیح کے بعد بھی [illegible]۔ واضح ہو کہ حواری نہ منگنی کی کسی رسم کا بیان کرتے ہیں اور نہ نکاح کی اور یہیں لکھے [illegible]

حاشیہ ✝ دولہن [illegible] بیان کئے ہیں۔ منہ

کہ کب اور کس طرح منگنی ہوئی اور کب اور کس طرح نکاح ہوا تھا۔ اور جس قدر منگنی کا بیان کرتے ہیں اُسی قدر مریم کے یوسف کے گھر لائے جانیکا بیان کرتے ہیں۔ یعنے متی باب ۱ آیت ۱۸ میں منگنی کا ذکر ہے۔ اور لوقا باب ۱ آیت ۲۶ اور ۲۷ میں منگنی اور نکاح کے درمیانی زمانہ کا ذکر ہے۔ اور متی باب ۱ آیت ۱۹ میں اُس بات کا جو یہودیوں میں نکاح سمجھا جاتا تھا بیان ہے جسکے عمل میں لانے کی نسبت یوسف کو تردد اور انکار ہوا۔ اور طلاق دینے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ گھر لانے سے پہلے منگنی کی حالت ہی میں طلاق جائز تھا۔ اور یہہ اسلئے کہ گھر لانے سے پہلے یوسف نے معلوم کیا کہ مریم کسی حالت میں ہے۔

پھر صفحہ ۴۴ میں لکھتے ہیں کہ ایک اور ثبوت اس بات کا کہ منگنی اور نکاح حقیقت میں ایک ہے انجیل کی یہہ آیت ہے کہ مریم کی یوسف کے ساتھہ منگنی ہوئی تھی۔ انکے اکٹھے آنے سے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی متی باب ۱ آیت ۱۹۔ (۱۸)۔ اب اگر اس آیت میں منگنی سے مراد محض منگنی ہے (جیسا کہ ہمارے ملک میں رواج اور جو نکاح سے جدا شے ہے) اور مباشرت قبل از نکاح جائز نہ تھی۔ تو اس حالت میں دفع خیال ہم بستری کے کیا معنے ہیں۔

اس بات کو دوسری طرح یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر منگنی و نکاح ہر بات میں ایک ہی ہے اور مباشرت جائز تھی۔ تو دفعیہ خیال ہم بستری کے کیا معنے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ اس حال میں دفعیہ خیال ہم بستری کے کچھہ معنے ہیں۔ اور اس صورت میں حواری کا مطلب صاف یہہ ہے۔ کہ مباشرت سے پہلے وہ پہلے روح قدس سے حاملہ پائی گئی آپ کی نیت مباشرت قائم کرنے کی ہے مگر حواری کی غرض انکے خارج کرنے سے ہے۔

مگر صفحہ ۴۴ میں آپنے اپنے اس قول کے برخلاف لکھا ہے۔ کہ اکٹھے آنے یا اکٹھے ہونے کا صرف یہہ مطلب ہے۔ کہ یوسف اور مریم ابھی تک بطور شوہر و زوجہ یکجا اکٹھے نہ رہے تھے۔ کہ مریم صدیقہ حاملہ پائی گئیں۔ اکٹھے [illegible] ہونا الگ ہیں اور دو لفظ ہیں [illegible] اور انتہائی [illegible] اکٹھا [illegible] اور انتہائی کے معنے بھی [illegible] جاویں یعنے ایک آیت کے دو ہی ایسے معنے بیان کئے۔ اگر مولوی صاحب اس بات کو صحیح سمجھتے تھے تو غلط تاویل سے منگنی اور نکاح کو کیوں ایک ہی ثابت کرنا چاہا۔ اور آپ کے ان معنوں سے ہمیں دونوں باتیں حاصل ہیں۔

یعنے منگنی اور نکاح میں کچھ زمانہ تفاوت ہوتا تھا۔ دوسرے یہہ کہ گھر شوہر کے آکر بسنے سے پہلے وہ حاملہ پائی گئی۔ جن باتوں کو آپ رد کرتے تھے۔ وہی ثابت ہوئیں۔ اور متی باب [illegible] آیت [illegible] سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ حمل مریم کو حالت منگنی میں ہوا تھا۔ اور یوسف اُسے ہنوز اپنے گھر نہ لایا تھا۔ بلکہ وہ اپنے گھر تھی۔ اور پھر یہہ کیطرح خیال میں آ سکتا کہ بر وقت منگنی مریم صدیقہ یوسف سے حاملہ ہوئیں۔ کیونکہ نہ آپنے اس بات کا بیرونی یا تاریخی ثبوت دیا اور نہ اندرونی یا انجیل سے یہہ بات ثابت ہے لیکن اُسکا برخلاف ہے۔ اگر یوسف منگنی پر مباشرت کو روا جانتا یا شرعاً جائز یا ضروری سمجھکر ایسا ہی کرتا تو اسبابات کا کوئی جواب نہیں کہ اپنے کئے پر خود ہی شکی کیوں ہوا اور نفرت کی سوچ میں پڑا۔ کیہ وہ کہو بھول گیا ہوگا۔ مگر مریم جسکے ہمر بیت رہی تھی کیا وہ بھی مباشرت کی گھڑی یاد دلا کر اُسے تسلی نہ دے سکتی تھی۔ تعجب ہے کہ اُس مباشرت کا دونوں کو خیال نہیں۔ دیکھئے جس بات کو آپ انجیل کی آیتوں سے ثابت کرنا چاہتے ہو وہ انہی آیات سے مردود ٹھہرتی ہے۔ اور عقلی بحث میں آپ کہہ چکے ہو کہ سوائے یوسف کے مریم کا کسی اور مرد کیساتھ تعلق ثابت نہیں ہے پس وہی بات صحیح ہے کہ انکے اکٹھے آنے سے پیشتر وہ بید روح قدس سے حاملہ پائی گئی۔ اور آپ کی اس مدعا طلب بحث سے ہی مسیح یوسف کے تخم سے ثابت نہ ہوا۔ مگر اُسکا برخلاف مدلل اور متحقق ہے۔

دفعہ ۱۶۔ یسعیاہ نبی کی نبوت کنواری کے حاملہ ہونے کی نسبت مسیح کے حق میں نہ تھی اور نہ کنواری کے معنے کنواری کے ہیں یعنے یسعیاہ باب ۷ آیت ۱۴ سے متی باب ۱ آیت ۲۱ و ۲۲ کو غلط کیا ہے۔ صفحہ ۴۸-۵۱۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے پختہ یقین ہے کہ کتاب یسعیاہ کی عبارت مذکورہ بالا کسیطرح دلالۃً پیشگوئی قرار نہیں پا سکتی۔ اور نہ کسی طور سے اُسپر صادق آ سکتی ہے یسعیاہ نبی کی کتاب سے جیسا کہ تاریخ میں بھی مذکور ہے پایا جاتا ہے۔ کہ فقح بادشاہ اسرائیل اور رضین بادشاہ سوریا نے آخاز بادشاہ یہوداہ پر فوج کشی کی تھی۔ آخاز اس خبر کے سننے اور اپنے ملک کی خرابیوں اور ابتری کے دیکھنے سے نہایت مغموم تھا۔ خدا تعالیٰ نے یسعیاہ نبی کو آخاز کی تسلی کے واسطے بھیجا۔ اور یسعیاہ نبی نے اس حالت غم میں اُسکو تسلی [illegible] استقلال رکھنے کی نصیحت دی۔ اور بعض حالات پر نظر کر کے کہا کہ تیرے دشمن تجھ پر ہرگز

کامیاب نہ ہوگئے اور زیادہ تر ثبوت کے واسطے وہ پیشگوئی بیان کی جو اوپر بیان ہوئی۔

اس لڑکا جبکہ پیدا ہو سکی اِبی نے خبر دی تھی اُنہی دِنوں میں پیدا ہو گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ مسیح کے پیدا ہونے سے آحاز کو کیا فائدہ تھا۔ اور وہ موعودہ بشارت ولادت مسیح کو کیا تھا یسعیاہ نبی کی کتاب کے باب ہشتم و نہم کو اگر ملاحظہ کیا جاوے تو معلوم ہو جاویگا کہ وہ لڑکا اُنہی دِنوں میں پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ با نبیہ نزدیکی کردم کہ او حاملہ شدہ پسرے را زائید (باب ۸ آیت ۳) اور نیز لکھا ہے کہ برائے ما طفلے زائیدہ شد و فرزندے بما بخشیدہ شد کہ حکمرانی بر دوشش او خواہد بود وغیرہ (باب ۹ آیت ۵-۷) پس حضرت مسیح کسی طرح مصداق اس بشارت کے نہیں بن سکتے۔

واضح ہو کہ اس نبوت میں یسعیاہ کو مسیح پر سے ملانے کی یہ جو تقریر ہے جو مولوی صاحب نے پیش کی ہے۔ افسوس ہے کہ ہم مولوی صاحب کے ساتھ پورا پورا اتفاق نہیں کرسکتے۔ کیونکہ آپکا خیال یکطرفہ خیال ہے اور اُس نبوت کی پوری کیفیت بیان نہیں کی ہے۔ پس واضح ہو کہ وہ نبوت دو زمانوں اور سلطنت یہوداہ کی دو خاندانوں پر جاری تھی۔ اُس نبوت کا وہ مدعا جو اُنہی دِنوں میں پورا ہونے والا تھا۔ یعنے جہانتک آحز بادشاہ کو اُس وقت اور اُس حالت میں فائدہ مطلوب تھا وہ اُسکی سلطنت کے تیسرے سال میں حاصل ہو گیا تھا۔ اور نبوت کی یہہ وجہ تکمیل باب ۷ آیت ۱۶ سے ظاہر ہے اور اس ادنی مدعا کی تکمیل حضرت نبی نے باب ۸ آیت ۱-۴ میں بیان کی (جو نبوت کے باقی اور اعلے مقصد سے بہت فرق رکھتی تھی) اور جسکے آحز کے لیے [illegible] ہونے کی واقعی تکمیل کا بیان کتاب دوم سلاطین سے اس طرح ظاہر ہے کہ جب وہ لڑکا (یعنے یسعیاہ کا بیٹا) وہ تین برس کا ہوا۔ یعنے آحز کی سلطنت کے تیسرے سال میں غالباً فقح کو ہوسیع نے مارا۔ اور رصین کو [illegible] نے۔ دوم سلاطین باب ۱۵ آیت ۳۰ بمقابلہ باب ۱۶ آیت ۱ جنمیں اس واقعہ کا آحز کے تیسرے سال میں وقوع میں آنا معلوم ہوتا ہے۔ دوم باب ۱۵ آیت ۳۰ بمقابلہ باب ۱۷ آیت ۹ جہاں سے آحز کے دشمنوں کا اٹھایا جانا پایا جاتا ہے۔

پس اُس نبوت کا صرف یہی حصہ آحز کے لیے اور آحز کے دنوں میں پورا ہوا۔

باوجود اسکے اُس نبوت میں بہت کچھ باقی رہا تھا۔ جو آحز کے دنوں میں نہ پورا ہوا اور نہ ہو سکتا تھا چنانچہ

اِس نبوت میں نبی کے پیش نظر یہہ بات تھی۔ جو اُسنے نہ فقط آخز تلک داؤد کے خاندان سے بیان کی۔ کہ خداوند
تجھ پر اور تیرے لوگوں اور تیرے باپ کے گھرانے پر ایسے ایام لاویگا۔ کہ اُس دن سے جب افرائیم یہوداہ سے
جدا ہوا آج تک کبھی نہ لایا۔ یعنے شاہ اسور کو وغیرہ وغیرہ۔ باب ۷ آیت ۱۷ وغیرہ۔ اِس سے ظاہر ہے کہ نبی آخز
کی سلطنت اور اُسکے گھرانیکو تو شاہ ہوا دیکھتا ہے۔ ہاں فقح اور رضین کی مخالفت سے کہیں سخت مخالفت کا بیان
کرتا ہے۔ یہوداہ کی سلطنت کی وہ روح سے وہ حالت دیکھتا ہے۔ اور بیان کرتا ہے کہ داؤد کے تخت پر کوئی بیٹھنے
والا نہ رہیگا۔ پس تو نبوت کا یہہ حصہ آخز اور داؤد کے خاندان کے لئے نہایت غم کا باعث تھا۔ یہہ سلطنت کی
ہستی کی نسبت تھا۔ اور اُسکی بابت تسلی دینا نبوت کا اعلیٰ مقصد تھا۔ اور بموجب اِس نبوت کے وہ تنزل آخز ہی
کے دنوں میں شروع ہوگیا۔ اور پے در پے بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ داؤد کا شاہی خاندان سلطنت سے بالکل محروم
ہوا۔ اِسلئے اِن باتوں کی پیشینگوئی کرکے جو مدت دراز کے بعد وقوع میں آنے والی تھیں نبی کہتا ہے۔ بتلاتا ہے۔ کہ
وہ کنواری کا لڑکا کہلایا ہوگا۔ یعنے ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوتا اور ہمکو ایک بیٹا بخشا گیا۔ اور سلطنت اُسکے کاندھے
پر ہوگی۔ اور وہ اِس نام سے کہلاتا ہے۔ عجیب مشیر۔ خدائے قادر۔ ابدیت کا باپ۔ سلامتی کا شہزادہ۔ اُسکی
سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی۔ وہ داؤد کے تخت پر اور اُسکی مملکت پر آج سے لیکے ابد تک
بندوبست کریگا۔ اور عدالت اور صداقت سے اُسے قیام بخشیگا۔ رب الافواج کی غیوری یہہ کریگی۔ (باب ۹
آیت ۶ و ۷) اب آپ مانتے ہیں کہ باب ۷ آیت ۱۴ اور باب ۹ آیت ۶ و ۷ کا بیان ایک ہی شخص کی طرف ہے۔
کیونکہ آپنے باب ۷ آیت ۱۴ کی نبوت کی تکمیل انہی دنوں میں باب ۸ آیت ۳ اور باب ۹ آیت ۶ و ۷ سے ثابت کرنی
چاہی ہے اور اِس سے یہہ بھی حاصل ہے کہ آپ یسعیاہ کے بیٹے کو جو اُسکی نبیہ سے ہمبستری سے پیدا ہوا وہی شخص
مانتے ہیں وہی بیٹا سمجھتے ہیں جسکا باب ۹ آیت ۶ و ۷ میں مذکور ہوا۔ اب اِسبات کا کیا ثبوت ہے کہ عجیب مشیر خدائے
قادر ابدیت کا باپ سلامتی کا شہزادہ یسعیاہ نبی کے بیٹے کے نام اور صفتیں ہیں۔ جو اُسکے اپنے تخم سے اُسکی نبیہ سے
پیدا ہوا؟ کب اور کونسی سلطنت کا وہ مالک ہوا۔ جس کی سلطنت کی اقبال کی انتہا نہ ہوگی۔ کیونکر مانا جاوے
کہ یسعیاہ نبی کے بیٹے نے داؤد کے تخت اور مملکت پر بندوبست کیا۔ اُسکا روحانی طور پر ثابت کیا جاوے؟

کیونکہ آخز کے بعد اُسکا بیٹا حزقیاہ تخت پر بیٹھا اور پھر اُسکا بیٹا منسّی اور اُسی شاہی سلسلہ میں سے داؤد کے تخت پر بیٹھتے اور بدولت کرتے رہے پس یسعیاہ کا بیٹا اُس نبوت کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ مگر یہہ تمام صفتیں مسیح عیسےٰ میں پائی جاتی ہیں۔ جو داؤد کے تخت پر روحانی سلطنت کرتا ہے۔

علاوہ ازیں اور چند امور میں بھی غور کرنے سے یہہ خیال رد ہوتا ہے (۱) اگر یسعیاہ نبی یہہ نبوت اپنے بیٹے کے حق میں کہی ہوتی۔ تو اُس بیٹے کو اُسکی تکمیل پر پیش کرتا۔ اور بتلاتا کہ میرا یہہ بیٹا وہ بیٹا ہے جو کنواری سے پیدا ہونے والا تہا (۲) یسعیاہ نبی کی بیبیہ کو کنواری نہیں کہا ہے اور نہ وہ کنواری تہی یا تہی جب یسعیاہ نے اُس سے نزدیکی کی (۳) یسعیاہ کے بیٹے کا نام اُسکے باپ نے عمانوئیل نہ رکہا۔ اور نہ اُس میں عمانوئیل والی کوئی صفت بیان ہوئی ہے جسکے سبب اُسکو عمانوئیل یعنے خدا ہمارے ساتہہ کہنا زیب دیوے۔ مگر اُسکا نام مہیر شالال حاش بز رکہا گیا۔ جسکے معنے ہیں کہ غنیمت کی طرف تیزروی کر کسی تاویل سے اِس نام میں اور عمانوئیل میں موافقت ثابت نہیں ہوسکتی۔ (۴) آخز کی تسلی کے لئے ضرور نہ تہا کہ کوئی کنواری لڑکا جنے اُسکے لئے صرف یہہ نشان کافی تہا۔ یعنے پیشتر اس سے آگے کہ یہہ لڑکا بد ترک کرنا اور نیک پسند کرنا سیکہے اِستعداد? [illegible] پاوے۔ یہہ سرزمین جسسے تو بیزار ہے اپنے دونوں بادشاہوں سے چہوڑی جائیگی (باب ۷ آیت ۱۶) مقابلہ باب ۸ آیت ۴۔ (۵) قوم کی تیرگی اور ذلت کے بجائے بزرگی کا وقت آخری زمانہ میں ہوگا۔ جیسا کہ [illegible] (باب ۹ آیت ۱)

پہر دیکہو کہ یسعیاہ نبی کے بیٹے کا ذکر کرکے نبی اُن باتوں کا بیان کرتا ہے جنکا مصداق مہیر شالال حاش بز نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ باب ۸ آیت ۵۔ ۸ میں لکہا ہے کہ پہر خداوند نے مجہے فرمایا۔ ازبسکہ اِن لوگوں نے شیلوآخ کے پانی کو جو آہستہ بہتا ہے ناپسند کیا اور رضین اور رملیاہ کے بیٹے پر مائل ہوئے۔ سو اب دیکہہ کہ خداوند دریا کے سخت شدید سیلاب کو یعنے شاہ اسور اور اُسکی ساری شوکت کو اُن پر چڑہا لائیگا۔ اور وہ اپنے سارے نالوں کے پار چڑہیگا۔ اور اپنے سارے کناروں کے اوپر بہہ نکلیگا۔ اور وہ یہوداہ کے درمیان بہتا ہوا اور اُسکی باڑہ چلی جائیگی۔ وہ گردن تک پہنچ جائیگی۔ اور اُسکے پروں کے پہیلاؤ سے تیری ساری زمین [illegible]

عرصہ آنے عمانوئیل ذہیب جائیگی۔ دیکھو پس عمانوئیل کو آپ یسعیاہ کا بیٹا اور آخز کے لیئے نشانی بیان کرتے ہیں وہ صرف آخز کے لئے فقط اس قدر نشان تھا کہ پیشتر اس سے کہ وہ لڑکا نیک و بد میں تمیز کر سکے وہ زمین اُن دو مخالف بادشاہوں سے چھوڑی جائیگی۔ مگر جیسا پہلے واضح ہوا ویسا اس مقام میں بھی وہ نشان نہیں ہے اور یہہ باتیں بہت مدت بعد واقع ہونے والی تھیں جنکا نبی آیات مذکورہ میں ذکر کرتا ہے پس آخز کو ایسی مصیبت کی خبر سنکر اُس عمانوئیل سے جسکو آپ بالکل اُس نبوت کی خبر بتلاتے ہیں کیا فایدہ تھا۔ وہ اس مصیبت اور تکلیف کا نشان نہ تھا جو اسرائیل اور یہوداہ دونوں پر ہجوم رہی تھی۔ لیکن اس موقعہ پر بھی عمانوئیل کو مخاطب کرتا ہے۔ اور اُن تکلیفوں کا اُسکی سرزمین میں واقع ہونا بتلاتا ہے جو آخز کے زمانہ کے بعد ہوئیں۔ پس معلوم ہو کہ وہ عمانوئیل جو کنواری سے پیدا ہونے والا تھا۔ اُسی کو نبی نبوت کے راہ سے ایسا میں مخاطب کرتا ہے۔ اور پھر باب ۹ آیت ۷ میں اُسکی بابت لکھا ہے کہ وہ اُسکی مملکت پر آج سے لیکے ابد تک بندوبست کریگا وغیرہ۔ یعنے نبی کی نگاہ میں وہ زمین اُس وقت سے آنے والے عمانوئیل کی ہوگئی۔ اور وہ بھی ہمیشہ کے لیئے اور ظاہر ہے کہ کس وقت عمانوئیل کے سوا کوئی بادشاہ داؤد کے تخت اور اُس کل سرزمین پر بندوبست نہ کرتا تھا جسکی طرف اس خطاب کو منسوب کرنے کی گنجائش ہو۔

بیان مذکورہ سے معلوم کرو کہ اُس نبوت میں کون کونسی باتیں باقی تھیں جو آخز کے دنوں میں پوری نہ ہوئیں اور نہ ہو سکتی تھیں۔ یعنے کنواری کا بیٹا جننا اور اُسکا حقیقت میں عمانوئیل کہلانا یا ہونا۔ اُسکا داؤد کے تخت پر ہمیشہ کے لیئے روحانی بادشاہ ہونا وغیرہ۔ اور اس نبوت سے یہہ بات بھی مصرح ہے کہ وہ کنواری زادہ محض انسان نہ ہوگا۔ مگر خدائی صفتیں بھی اُسمیں ہونگی کیونکہ بغیر اُنکے اُسکا نام خدا ہمارے ساتھ زیبا نہیں دیتا۔ اب انجیل سے ظاہر ہے کہ یہہ باتیں مسیح پر مطابق آئیں۔ چنانچہ وہ کنواری سے پیدا ہوا اور حقیقت میں عمانوئیل تھا۔ اور محض انسان نہ تھا۔ بلکہ خدائی صفات اُس میں ظاہر تھیں۔ وہ بنی اسرائیل کا بادشاہ تھا یعنے ابدی روحانی بادشاہ جیسا اُسنے خود کہا پس انجیل ہمارے آگے ہی کنواری زادہ پیش کرتی ہے جسکا یسعیاہ نے اور داؤد نے بھی پہلے سے ذکر کیا تھا جب داؤد نے بیان کیا کہ آج تو مجھ سے پیدا ہوا [illegible] کہ مسیح کو روحانی بادشاہ کہنا کچھ عجیب بات نہ معلوم ہوتے مگر تو بھی یہہ بالکل [illegible] کہ بنی اسرائیل کیا دنیاوی بادشاہ ایک عارضی انتظام تھا اور [illegible]

یہاں بھی آپکا محض مخالفانہ شوق ظاہر ہے۔ کیونکہ کنگوز سائیکلوپیڈیا میں علماہ کی نسبت گسے نی اس
اور ہنگ سٹن برگ اور پروفیسر آلن من کی رائیوں کا بیان کیا گیا ہے جنمیں سے آپ نے اپنے مطلب کی رائے کو
پیش کر دیا ہے یعنے پروفیسر آلن من صاحب کی رائے وہی ہے جو آپنے نقل کی ہے۔ مگر ہنگ سٹن برگ کی رائے
یہہ ہے کہ نوشتوں میں علماہ ہمیشہ غیر منکوحہ عورت پر بولا جاتا ہے۔ اور گسے نی اس اسکے معنے چھوکری۔ اور لڑکی
اور کنواری اور وہ کنواری یا لڑکی جو شادی کی عمر کی ہو بتلاتا ہے۔ پس اگرچہ پروفیسر آلن من اور آپ اسکے پیچھے
ہوکر جب ہومر کے لفظ پارتھے ناس (παρθενος) سے دولہن یا منکوحہ عورت سمجھتے ہیں۔ لیکن عہد
عتیق کے یونانی ترجمہ میں اُسکے یہہ معنے نہیں ہیں۔ چنانچہ یونانی ترجموں نے لفظ علماہ کو سات مواضع میں سے صرف
دو ہی میں لفظ παρθενος پارتھے ناس سے ترجمہ کیا ہے یعنے پیدائش باب ۲۴ آیت ۴۳ اور یسعیاہ
باب ۷ آیت ۱۴۔ جب انہی دونوں مقاموں کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ پارتھے ناس کے کیا معنے ہیں۔
اور مترجموں کا اس سے کیا مطلب ہے۔ اور اسکے ساتھہ یہہ معلوم کرو کہ پیدائش ۲۴: ۱۶ میں عبری لفظ بتھولا کا
ترجمہ پارتھے ناس کیا ہے۔ اور بھی دیکھو خروج ۲۲: ۱۶ پس ان مقامات کا آیات مقدم الذکر کے ساتھہ مقابلہ
کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عہد عتیق میں پارتھے ناس اور لفظ علماہ کا ترجمہ ہے محض کنواری کے معنے رکھتا ہے۔ جو
مرد کو نہ جانتی ہو۔ اسلئے ہومر کی سند پر خیال کرنا کہ علماہ کے معنے دولہن یا منکوحہ ہے عہد عتیق کے مرادف نہیں
ہے۔ پروفیسر صاحب کے معنے ترجمہ معلوم ہوتے ہیں کہ کنواری منگیتر کے تھے۔ جو اس لفظ کو قائم دیکھا تو اور بہت
آپنے ترجمہ کیا کہ یسعیاہ کی نبوت میں علماہ کے معنے دولہن یا منکوحہ عورت کے ہیں حالانکہ یہہ درست نہیں ہے۔
کیونکہ نقل میں منگیتر یا منکوحہ حالت کو علماہ اور پارتھے ناس یعنے کنواری نہیں کہا ہے۔ لیکن عورت کی اصلی حالت
یعنے بکارت سے مراد ہے جب ہماری کنواری منگیتر کہتے ہیں تو لفظ کنواری اپنے معنے ادا کرتا ہے یعنے کہ کنواری ہی ہے مگر

* نوٹ۔ اگر پروفیسر آلن من نے عبری لفظ علماہ کے معنے ... لیکن لفظ پارتھے ناس کے ... معنے ... ہیں
جیسے کہ پروفیسر صاحب والے معنے مان بھی لیں تو بھی عبرانی لفظ کے معنے وہ ... اور ... ہیں۔ اور لازم اور مناسب
ہے کہ ترجمہ اصل زبان کے لفظ کے معنے تحقیق کریں لیکن وہ اصلی زبان سے ایسا کریں۔ منہ

کنواری تھی اور مرد کو نہ جانتی تھی۔ اور اسکے ثبوت میں یسعیاہ ۷: ۱۴ کا حوالہ دیا ہے۔ جہاں علماہ منگیتر یا منکوحہ سے موصوف نہیں ہوا۔ اور حواری خود ہی پارتھے نا س کو اسباب سے موصوف کیا ہے کہ وہ مرد کو نہ جانتی تھی۔ اور یہی علماہ کے معنی ہیں۔

پھر ان مقامات کا مقابلہ کرنے سے جنمیں لفظ علماہ واقع ہوا ہے اس لفظ کے اصلی معنے متعین ہو سکتے ہیں۔ اور وہ کل مواضع یہ ہیں۔

پیدائش ۲۴: ۴۳: اور ایسا ہو کہ جب کنواری (علماہ) پانی بھرنے نکلے الخ۔ یہاں اس لڑکی پر لفظ علماہ بولا گیا ہے جو اس وقت نہ منگیتر تھی نہ منکوحہ اور نہ تو منکوحہ۔ اور جسکی نسبت آیت ۱۶ میں کہا گیا ہے کہ وہ چھوکری کنواری تھی اور مرد سے ناواقف۔

خروج ۲: ۸۔ وہ چھوکری گئی اور لڑکے کی ماں کو بلا لایا۔ یہ لڑکی فرعون کی بیٹی کی کنواری لونڈی تھی یا سہیلی۔ اور اس پر لفظ علماہ بولا گیا ہے۔

زبور ۶۸: ۲۵۔ اور کنواریاں انکے درمیان دف بجاتی جاتیاں تھیں یہاں انکی منکوحہ حالت کا کچھ ذکر نہیں۔

امثال ۳۰: ۱۹۔ اور مرد کی روش جو کنواری کے ساتھ ہے۔ یہاں بھی مرد کی روش سے پہلے وہ کنواری اور اسکی پاکی حالت سے مراد ہے۔

غزل الغزلات ۱: ۳۔ اسواسطے کنواریاں تجھ پر عاشق ہیں۔ یہاں بھی محض کنوارپن سے مراد ہے اگر منکوحہ ہوں تو وہ بجے پر عاشق ہو سکیں کیا معنے۔

غزل الغزلات ۶: ۸۔ ساٹھ بیگمیں اسی حرم میں اور بیشمار کنواریاں ہیں یہاں سے علماہ کے معنے [illegible] صریح ہیں۔

یسعیاہ ۷: ۱۴۔ وہ کنواری حاملہ ہوگی الخ۔ یہاں بھی علماہ یا بتولا تو ہی کہا ہے اور منگیتر یا منکوحہ سے موصوف نہیں کیا گیا۔

اِن مقامات سے ظاہر ہے کہ عبری لفظ علماہ مطلق بکارت کے معنے رکھتا ہے۔ اور اسکو نوشکوحہ یا دولہن کے معنے لگانا عبری زبان کے برخلاف ہے۔ اور عہد عتیق کے مخالف ہے۔ ڈاکٹر سمتھ صاحب کی بائبل ڈکشنری میں اس لفظ کی نسبت بیان ہوا ہے کہ لفظ علماہ مثل بتھولا کے جو بکارت کو صاف اور صریح ظاہر کرتا ہے کبھی دولہن یا منکوحہ زوجہ کے لئے نہیں بولا گیا ہے۔ اور کہ علماہ اور بتھولا ایکدوسری کی جگہہ استعمال ہوئے ہیں۔ (دیکھو پیدائش ۲۴: ۱۶ و ۴۳) مناسب ہے کہ جب لفظی معنوں کی تحقیق کریں تو لوگوں کے خیالوں کیطرف کم مائل ہوں اور بالخصوص اُس حال میں جب معنے تحقیق کرنے کی قوی اسناد موجود ہوں اور ظاہر ہو کہ نوشکوحہ اور دولہن علماہ کے اصطلاحی معنے بھی نہ تھے۔ اور لفظی معنوں کا تو کیا ذکر۔

۳۔ قول۔ علاوہ ازیں حضرت عیسے کا نام عمانوئیل نہیں رکھا گیا جیسا کہ بشارت میں مندرج ہے اور نہ کوئی اور ایسا نام رکھا گیا جو عمانوئیل کا ہم معنے ہو۔ اسلئے یہہ بشارت ولادت مسیح کی نہیں ہے۔

واضح ہو کہ یہہ بات اُس بشارت کو مسیح سے جدا نہیں ٹالتی کیونکہ مسیح کا نام یسوع رکھا جانا اسکا عمانوئیل ہونیکو شامل کرتا ہے۔ کیونکہ نجات دہندہ بدون عمانوئیل یعنے خدا ہمارے ساتھ ہوئے کے نہیں ہو سکتا تھا۔ نام یسوع اسکے کام کے مطابق ہے اور عمانوئیل اسکی ذات یا سرشت کے۔ اور انجیل سے خوب واضح ہے کہ یسوع حقیقت میں عمانوئیل تھا۔ یعنے وہ حقیقت جو لفظ عمانوئیل سے بیان ہوتی ہے یسوع میں تھی۔ چنانچہ وہ کلمہ جو ابتدا میں تھا اور خدا کے ساتھ اور خدا تھا مجسم ہوا۔ یا یوں کہیں کہ وہ جسم اسکے لئے طیار کیا گیا اور ہمارے درمیان رہا۔ (یوحنا ۱: ۱۴) اس سے عمانوئیل کے معنے صاف ادا ہوتے ہیں۔

اور اگر آپ کو اس بات کا جو اپنے پیش کی ہے کچھ لحاظ ہو لیئے اسپر کچھہ زور دیتے ہو تو جو بات یسعیاہ نبی نے عمانوئیل کے متعلق ٹھہرائی تھی وہ مسیح عیسے پر عاید کی گئی۔ اور وہ یہہ ہے کہ وہ بزرگ ہوگا اور حق تعالیٰ کا بیٹا کہلائیگا۔ اور خداوند خدا اسکے باپ داؤد کا تخت اسے دیگا۔ اور وہ ابد تک یعقوب کے گھرانے کی بادشاہت کریگا۔ اور اسکی بادشاہت آخر نہوگی۔ (لوقا ۱: ۳۲ و ۳۳ مقابلہ یسعیاہ ۹: ۶ و ۷) پس وہ بشارت مسیح ہی کے حق میں ہے اور اسکا برخلاف خلاف ہے۔

۴۔ قولہ۔ متی نے بشارت کے باب میں خصوصاً جو کہا گیا ہے۔ چنانچہ باب ۲ آیت ۲۳ میں لکھا ہے
کہ (یوسف معہ مسیح) ناصرہ نام ایک شہر میں آبسا تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا کہ وہ ناصری کہلائیگا پورا ہو۔
حالانکہ کسی نبی نے عہد عتیق میں یہہ پیشگوئی نہیں کی اور متی سے ضرور یہاں سہو ہوا ہے۔

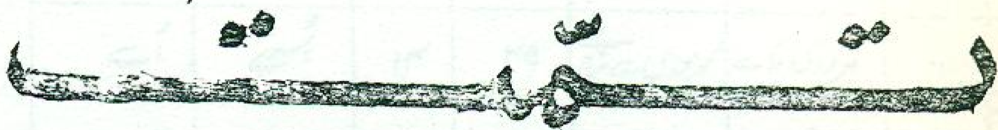
ذرہ خیال کرو صاحب کہ متی نے کنواری کے حاملہ ہونے کی بشارت کے اقتباس میں تو غلطی نہیں کی
بلکہ اُس نبوت کا پورا پتا ملتا ہے اور متی کی عبارت اور اُس نبوت میں پوری موافقت موجود ہے۔ سو اسکو غلط بتلانے کے
لئے متی باب ۲ آیت ۲۳ کا حوالہ دینا صریحاً بیجا ہے۔

مگر آپکا متی پر سہو کا حرف دھرنا کہ مسیح کے ناصری کہلانے کی کسی نبی نے خبر نہیں دی تھی از بس بیجا ہے۔
آپ پھر غور فرمائیں۔ تو معلوم ہوگا کہ متی کا کیا مطلب ہے۔ سو دیکھو کہ متی کسی خاص نبی سے اقتباس نہیں کرتا لیکن
نبیوں کے بیان کی طرف اشارہ ہے۔ اور حواری لفظ نبیوں لکھتا ہے۔ جنہوں نے اسکی ناصری حالت کو بیان
کیا ہے۔ یعنی جتنے اقسام بیان کا یہہ ایک خلاصہ ہے۔ چنانچہ یسعیاہ نبی نے بیان کیا تھا۔ کہ وہ آدمیوں میں
بے نہایت ذلیل اور حقیر ہے۔ اور بھی دیکھو داؤد کا بیان۔ زبور ۲۲: ۶-۷ اور چونکہ ناصرت ایک حقیر جگہ تھی
یہاں تک کہ گلیلی جنکو اور عوام قوم کے یہودی کمینہ اور حقیر جانتے تھے۔ وہ بھی اس بستی کو ہیچ سمجھتے تھے۔ حتی کہ
مثل ہو چکی تھی۔ کہ ناصرت سے کوئی اچھی چیز نہیں نکل سکتی۔ لہذا بلحاظ اس بستی کی سکونت کے حواری نے نبیوں
کے بیان کو لفظ ناصری سے بیان کیا۔ اور نبیوں کے اقسام بیان کو ایک خلاصہ میں بیان کرنا اور معاملوں سے
بھی ظاہر ہے۔ دیکھو یوحنا ۷: ۳۸۔ جو کوئی مجھ پر ایمان لاتا ہے اسکے بدن سے جیسا کتاب کہتی ہے جیتے پانی
کی ندیاں جاری ہونگی۔ مقابلہ یوئیل ۲: ۲۸ یسعیاہ ۴۴: ۳ اور ۵۸: ۱۱ ذکریاہ ۱۴: ۸ وغیرہ وغیرہ اور
یعقوب کا خط ۴: ۵۔ یا تم گمان کرتے ہو کہ کتاب عبث کہتی ہے۔ وہ روح جو ہم میں بستی ہے رشک کے درجہ تک
بھی ہم پر راغب ہے۔

پس آپنے خوامخواہ کسی معقول سے انجیل سے ہوا ہے و دیگر بحث کی آتی۔ مگر آپکا دعویٰ [illegible]
اور ہم نے انجیل سے [illegible] کی ہے کہ اول تو آپنے اُس پر بحث کی ہے خود انجیل [illegible]

دوم اس لحاظ سے کہ انجیل ایک ایسی تاریخ ہے کہ کوئی اور تاریخ ایسے قوی ثبوت اپنی صداقت کے نہیں رکھتی۔ چہارم انجیل اسکے لئے موجود ہیں۔ اور تیسری بات کا ہمنے کچھ لحاظ اور ذکر نہ کیا اور وہ اسکا الہامی ہونا ہے۔ بجائے اسکے مضامین کو صحیح اور سچ قرار دیتا ہے لیکن یہہ سوچکر کہ ہمارے نیچری صاحب الہام سے خوف کہاتے ہیں گویا ہوّا ہے اسکو درمیان نہ لائے۔ اور باوجود اسکے مسیح کی ولادت فوق العادت ایک واقعی اور یقینی امر ثابت ہوا۔

عقل کا (اور بموجب عقل کے نیچر کا) مُہلک غلطیاں کرنا اور ناکامل ہونا۔ دہوکے دینا اور دہوکے کہانا۔ بعض امور میں بے علم رہنا اور بعض کی نسبت ناتوان۔ وہ باتیں ہیں جنہوں نے قانون قدرت میں خدا کی اعلیٰ و بیرونی قدرت کو دخل دیا۔ اور خدا کی قدرت جسنے قوانین قدرت میں دخل دیا وہ مسیح ہے۔ اور خدا کی قدرت کی شان اور زور کو قانون قدرت سے کم یا ناقص نہ سمجھنا چاہئیے۔ کیونکہ وہ قدرت محبت سے پُر اور ہر ایک کی نجات کے لئے ہے۔ الکلام خداوند یسوع مسیح اپنی ولادت میں کرامات میں۔ نصیحت میں۔ قیامت میں صعود میں اور سفارت میں ہاں زندگی کی طریقت اور حقیقت میں خدا کی قدرت ہے۔ وہ ایک مافوق العادت مابین العادت ہے۔



تنبیہ واضح ہو کہ کوئی صاحب مطبع بلا اجازت مصنف کتاب ہذا کے چھاپنے کا قصد نہ کرے۔

المشتہر مصنف

پادری [illegible]